

سائل تمنا

اقرا مصغیر احمد

مدت کے بعد ہے وہ ستم گر ملا مجھے
جس کی مجھے تلاش تھی گوہر ملا مجھے
میں چاہتی تھی وہ فقط میرا ہو ہمسفر
وہ میری کائنات سے بڑھ کر ملا مجھے

وہ آج آفس میں بے حد تھک گیا تھا سارا دن سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملی تھی شائے کمر گردن گویا ہر چوڑا کڑ کر رہ گیا تھا۔ اس کی خواہش فوری باتھ لینے کی تھی۔ حسب عادت اس نے گھر میں داخل ہو کر ای کو سلام کیا اور بریف کیس اٹھائے میز ہیوں کی طرف بڑھ گیا اور جب وہ آخری میز پر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ کوئی راہداری سے بھاگتا ہوا آیا تھا قبل اس کے کہ وہ ایک طرف ہو کر بچاؤ کی صورت اختیار کرنا وہ کسی طوفان کی طرح اس سے ٹکرائی تھی۔ نتیجتاً وہ نہ خود کو سنبھال پایا نہ اسے تمام سکا اور لڑھکتا چلا گیا تھا۔ اسی پل دو سوائی چیخیں ابھری تھیں جن میں سے ایک نئی کی آواز اس کے لیے نئی نہ تھی البتہ دوسری آواز بالکل نئی اجنبی تھی۔ ماحول میں جو خاموشی پھیلی ہوئی تھی اس خاموشی کو دھم دھوم دھڑ دھڑ دھڑ کی تیز آوازوں نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

”الٹی خیر!“ عشرت بانو بچن سے حواس باختہ سی کہتی ہوئی نکلی تھیں اور حسان اور قندیل کو لڑھکتے دیکھ کر ان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ گھبرا کر ان کی طرف بڑھی تھیں نئی بھی گھبرائی ہو کھلائی سی نیچے

اتر رہی تھی۔ حسان لڑھکتا ہوا نیچے فرش پر آگرا تھا اور اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ پہلے وزنی بریف کیس سر پر آگرا تھا پھر وہ مہکتا ہوا وجود جس کو ایک جھٹکے سے خود سے دور کر کے وہ کھڑا ہوا تھا اعصاب پہلے ہی جھٹکے ہوئے مستزاد اس آفت نے کئی دردوں سے آشنا کر دیا تھا۔ ان تکالیف سے زیادہ اہانت اسے امی اور ننی کے سامنے گرنے سے ہو رہی تھی۔ مارے خجالت کے وہ نگاہ نہ اٹھا پا رہا تھا۔

”اسنو پڈا کون ہو تم؟ وہ اس سے شدید غصے میں مخاطب ہوا۔

”بیٹا! چوت تو نہیں آئی؟ یہ قندیل ہے بھائی ریاض کی بیٹی تمہارے دفتر جانے کے بعد آئی ہے۔“ عشرت بانو جو بیٹے کی از حد سنجیدہ رکھ رکھاؤ والی عادت سے واقف تھیں سمجھ رہی تھیں کہ وہ اس وقت کس قدر شرمندگی محسوس کر رہا ہے سو جلدی سے انہوں نے بات سنبھالی تھی جو اب وہ خاموشی سے واپس چلا گیا تھا اور انہوں نے آگے بڑھ کر قندیل کو سینے سے لگا لیا تھا جو اس کے رویے پر ششدر تھی جس نے بری طرح سے اسے جھڑکا تھا۔

آیا کمرے میں ہی لی تھی۔

رات کھانے پر خوب اہتمام تھا فرایڈ رائس چکن
بروسٹ، کھلے قے کے کباب، تین سلاؤ لوکی کا رائیڈ
اور فروٹ پنڈنگ عیسائی کی نوک جھونک چل رہی تھی
عشرت اس سے گھر والوں کے متعلق بات کر رہی
تھیں معادور سے بھاری قدموں کی آہیں ابھری
تھیں چھیڑ چھاڑ کرتا عیسر اس طرح میووب ہو کہ بیٹھ
گیا گویا ہنسنا دکنار وہ مسکراتا بھی نہ جانتا ہوئی نے
سرعت سے سر پر دوپٹہ اوڑھنا تھا عشت بانو نے
سر پر اوڑھنی چادر کو ازیر نو درست کیا۔ جس ماحول میں
کچھ نل دیر شوخیاں رقص کر رہی تھیں وہاں آن واحد
میں خاموشیوں نے اداس ڈیرے ڈال دیئے تھے یہ
سب اس ایک شخص کی آمد پر ہوا تھا جوان میں سے ہی
تھا اسی گھر کا فرد تھا وہ سخت حیران ہوئی تھی۔

اس کا بیلا شلوار سوٹ میں خوشبو میں پھیلاتا ہوا وہ
چیز پر بیٹھ گیا تھا۔ کھانا اسی خاموشی میں کھایا گیا گویا
وہ انسان نہیں رو بوٹ ہوں۔

وہ اس گھر میں کیا آئی خوشیوں، تہنیتیوں و گہما گہمیوں نے بیسرے کر لیے تھے۔ وہ درود یوار جو دینر خاموشیوں و سناٹوں کے عادی تھے اس تہنیتی

سے وہ بھی گونجے خوش و غرم دکھائی دیتے تھے عشرت
بھی ایک عرصے بعد بچوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی نظر
آ رہی تھیں، عمیر کی یونیورسٹی کی چھٹیاں تھیں وہ روزہ

انہیں کہیں نہ کہیں تفریح کے لیے لے جاتا تھا۔
عشرتِ ان کے ساتھ بہت کم ہوتی تھیں۔ حسان نے
یکہی ان کے ساتھ شرکت نہ کی اسے ہمارے دو

ہفتے ہو چکے تھے اس دوران وہ بوری طرح اس کی رہنمائی کرتے چکے تھے وہ صبح آفس جاتا تو شام کو واپس ہوتے تھے۔ اس رہنمائی میں پہنچ جب آتا جب

کسی بزنس ڈیلیکشن سے مینٹگ ہوئی یا ڈنر شام

32 第2009卷

روشنی لالقب سمجھتی ہے وہ اسے چاتا تو سام کو
واپس ہوتی تھی۔ اس روشن میں چھینچ جب آتا جب

32 卷, 2009

”میں نے! میرا دل چاہتا ہے۔۔۔“ وہ مسکراہٹ دیا
کربولی۔

”وہاں! مذاق کر رہی ہو؟“

ہوئے ہیں اکل و انت ٹوٹیں گے اور پربسوں کمر جھک جائے گی..... وہ اسے ستانے پر مائل تھی۔

”واپسی؟ یہ بالی میرے فلو سے وائٹ ہو گئے ہیں۔“ تیزی سے ہوتے سفید بالوں نے اسے یہاں

”چلو کسی پیارے میں ڈالنی کرو الو۔“

”ہوں میں کبھی کب سے یہی سوچ رہی ہوں لیکن پارلر کس کے ساتھ جائیں گے؟ عمیر گھر پر نہیں

”حسان بھائی تو ہیں ان کے ساتھ۔“

”نہیں جی! میں تمہارے انتظار کروں گی۔“

میسر کی طرح وہ بھی ہمہا رہے بھائی ہیں بلکہ
بڑے بھائی ہیں ان کی تو مے داری زیادہ ہے کہ عیسر

”وہ عیسٰی سے زیادہ ذمے دار ہیں پایا کے بعد وہ

انجيل نوميبر

”پونہہ“ ایسے ہوتے ہیں ذمے دار اور مہارے
سنے والے میرے بھی دو بڑے بھائی ہیں ان کے گھر

بھائی آتے ہیں تو لگتا ہے کرفیولگ گیا ٹکھر ویراٹہ بین
عاما مے خاموشی اواسر ویراٹہ سب رولوٹ برن

”پکیز قندیل! خاموش ہو جاؤ میں بھائی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔“

۱۷ تمہاری ایسی باتوں نے ہی انہیں تم لوگوں سے دور کر دیا ہے نہ زمانہ دینی ہے ٹھہر، میں معلوم کر کے آتی

اس کے منع کرنے کے باوجود وہ اسے دھمکتی

لاؤنج میں چلی آئی۔
 ”حصان بھائی! ہمیں شاہجنگ سیٹھ لے چلیں۔“

”کیوں؟ کل تو عمیر کے ساتھ گئی تھیں۔ آج کیا وہ خود اعتمادی سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔“

”کام آگیا؟“ سامنے پھیلے اخبار سے نگاہیں اٹھائے بغیر تبسمہ لہجے میں گویا ہوا۔

”شاپنک تو بھئی کی جائے لم ہے۔“ اس نے لاپرواہی سے کہا۔

نکلتا ناپسند ہے گھر میں اطمینان سے بیٹھے کوئی

33 88,2009

ضرورت نہیں ہے کہیں جائے گی۔" وہ لفظ لفظ جھاکہ گویا ہوا اور چلا گیا وہ ہکا بکا کھڑی رہ گئی۔

"پھپھو جان! حسان بھائی اتنے سڑیل مزاج کیوں ہیں؟ بات کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے انگارے چبار ہے ہوں دیکھتے ہیں تو آگ کی پیش کا احساس ہوتا ہے وہ ایسے کیوں ہیں؟" وہ تپ کر عسرت کے پاس لگیں۔

"ارے کیا ہوا کچھ کہا ہے اس نے؟" وہ چوٹی بانٹھتی ہوئی مسکرائیں۔

"شاپنگ کا کہا تھا جھٹ منع کر دیا اور باتیں علیحدہ سنائیں۔"

وہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ ماما ڈیڈی کے اڈیوار کے علاوہ بھائیوں کی بے انتہا محبت نے اسے منہ پھٹ و پر اعتماد بنا دیا تھا۔ وہ ان کی محبتوں کے بڑے ناجائز فائدے بھی اٹھاتی تھی۔ کراچی آنے کی ضد بھی ان میں سے ایک تھی۔ یہاں آکر اسے محسوس ہوا اپنی عمیر اور پھپھو جان کس قدر جیس ذوہ زندگی جی رہے ہیں۔ حسان نے ذمے داریاں نبھائی تھیں تو احسانات کے بوجھ ان کے گاندھوں پر بھی ڈال دیئے تھے جنھوں نے ان کے خوشگوار تعلقات و محبتوں کو پگھل ڈالا تھا پر تکلف احترام جس سے زندہ ہو رہا تھا۔ "تم دل چھوٹا مت کرو عمیر آئے گا اس کے ساتھ چلی جانا وہ منع نہیں کرے گا۔"

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا کہ وہ آپ لوگوں سے علیحدہ کیوں ہیں؟"

سنگھائی پھل پر رکھ کر گہرا سانس لیتی ہوئی وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"حسان عمیر کی طرح ہی شوخ و شریر ہوا کرتا تھا تمہارے پھپھو جان اس کی دلچسپ شرارتوں سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔ ان کے قریب بھی بہت تھا"

بچے اپنے باپ سے پیار کرتے ہیں اسے اپنے باپ سے عشق تھارات کو انہیں دیکھتے ہوئے سوتا تھا۔ بچہ اٹھتے ہی انہیں دیکھتا تھا۔ ان کی اچانک حادثاتی موت نے اسے بالکل بدل دیا۔ ان دنوں یہ فرسٹ انیر میں تھا بہت کم عمر تھا۔ اسی کم عمر میں اس نے پڑھائی بھی مکمل کی اور بزنس بھی سنبھالا۔ آج ہم عزت و وقار کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہے ہیں اسکی محنت ہی ہے یہ سب اگر وہ اس طرح خودکوش نہیں نہ بنالیتا تو کون سہارا دیتا ہمیں؟ رشتے داریاں دوستیاں اچھے وقت کے لیے ہوتی ہیں برے وقت میں تو اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے کوئی نہیں پوچھتا خراب حالات میں میرے بچے نے ہماری خاطر دنیا کی رنگینوں سے منہ موڑ لیا۔ اس کی عمر ہی کیا ہے عمیر سے دو سال ہی تو بڑا ہے میرا احساس وہ ہونا ہی چاہیے۔

گنیز کے دنوں کی یادوں نے ان کی آنکھیں نم کر دی تھیں۔

"ایم سوری پھپھو آپ کو میری باتوں نے رنجیدہ کر دیا۔"

"نہیں بیٹی! وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

گھر سے بار بار کانٹا لڑا رہی تھیں وہ سب ہی اسے بے حد مس کر رہے تھے وہ بھی انہیں مس کرنے لگی تھی۔ پہلی بار وہ ان سب سے اتنا دور ہوئی تھی۔ ایک ماہ ہونے والا تھا۔ اب اس کی طبیعت بھی یہاں سے اچاٹ ہونے لگی تھی۔ وجہ حسان کی ذات تھی جو مٹ سے تو کچھ نہیں کہتا تھا مگر اس کی وجہ چہرے پر پھیلی ہیرا درنگاہوں سے چھانکتی ہوئی یا گواری اس کی حساس و کامل طبیعت سے چھپی نہ رہتی تھی۔

نہ معلوم کیوں وہ اسے ناپسند کرتا تھا؟ پھولوں کے ڈھیر میں کانٹوں کی چھین پھولوں کی تازگی و شگفتگی پر حاوی ہو جاتی ہے اسی طرح ان تینوں

کی بے حد محبت کے باوجود اس ایک شخص کی چیراخی و بے اعتنائی اس کی عزت نفس کو مجروح کر رہی تھی وہ جانا چاہ رہی تھی اسی دوران نینی کا پریوزل آ گیا۔ لوگ اچھی ٹیبل کے ساتھ وہ لڑکا حسان کے دوست کا بھائی تھا۔ انیر فورس میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ حسان کی خواہش تھی نینی کی شادی حبیب رضا سے ہی ہو ان لوگوں نے نینی کو کسی قریب میں دیکھا تھا اور سو جان سے نڈا ہو گئے تھے معاملہ دونوں جانب ہی مضبوط تھا صرف فارمیٹیو پوری کرتی تھیں۔ عشرت خاتون نے اپنی اکلوتی نند کو بلوایا تھا۔ ڈنر پر حبیب کی ٹیبل انوائٹ تھی۔

کھڑے نقوش و صاف و شفاف رنگت اور بارعب شخصیت والی آمنہ بیگم کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ حسان کی سرخ و سفید رنگت و نقوش ان سے ملے ہیں اور اس بات کا بھی اسے جلد احساس ہو گیا کہ صرف شخصیت نئی نہیں مگر مزاج و عادت میں بھی وہ یکساں ہیں پھپھو نے اس کا تعارف کر لیا تھا اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بڑی کڑی تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تمہارے بھائی کو تمہاری یاد آگئی؟ ہاں بھئی! ظاہری بات ہے اب ماشاء اللہ حسان نے خوب ترقی کر لی ہے خیر خوشحالی تو میرے بھائی کی دور زندگی میں بھی تھی اب میرے بچے کی بے مشکل محنت و ریاضت سے دگنی ہو گئی ہے۔ ایسے لائق و قابل دولت مند لڑکوں کی سب ہی قدر کرتے ہیں پھر بیٹیاں جوان ہو جائیں تو رشتے داروں کی سوچی ہوئی محبت جاگ ہی اٹھتی ہے یہ کوئی اجنبی کی بات نہیں۔"

ادنیٰ سب سے بڑا انداز خود سری و مغروریت سے چور لہجہ اپنی اہمیت اپنی ذات کو مد نظر رکھنے والے دوسروں

کے احساسات و جذبات کی قطعی پروا نہ کرنے والے وہ پھپھو بچے یکساں ذہنیت کے عکاس تھے۔ اپنے لا ابالی بین و عزم و جدجی کے باعث وہ ان کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھ سکتی تھی مگر اس کی حساس طبیعت پر ان کا لہجہ مارا انداز بہت گراں گزرتا تھا حسان عمیر یعنی سب کی موجودگی میں اپنے پاپا کے لیے غلط سننا اسے کوفت میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ ٹیلری میں آگئی تھی۔ اس نے یہ سننا بھی گوارا نہ کیا کہ پھپھو اپنے بھائی یعنی اس کے پاپا کے دفاع میں کیا کہہ رہی ہیں حسان نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا پھر ان کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

وہ کلیوں کی ماتند نرم و نازک احساسات رکھنے والی کوئل سی لڑکی جس کو گھر سے ملنے والے بے تحاشا پیار و محبت نے دنیاوی مکر و فریب حسد و بغض سے دور رکھا تھا اس کی نظر میں دنیا ایک خوش رنگ گھستان تھی جہاں پیار و محبت کے پھول ٹھٹھاتے تھے جس سے اٹھنے والی خلوص و رنگارنگت کی خوشبو میں حیات کی روئے تھیں وہ ان ہی محبت و پیار کا امرت پیتی جوان ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی حسان کے گھر والوں کے ساتھ چاٹ رویئے نے اسے مختصر کیا تھا اور آج آمنہ پھپھو کی بدگمانیوں بھرے سخت رویئے نے اسے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا اور یہ پڑھو گی اس پر طاری رہتی تھی۔ نینی کے سسرال والے آگئے تھے وہ شگون کے طور پر اس کے ہاتھ میں بڑی رقم رکھ گئے تھے۔ اس کی ساس و سسرال اور دونوں کنواری مندریں اسی غفٹے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں اور شادی دو ماہ بعد مگر یہاں بھی آمنہ پھپھو کی بد مزاجی و سخت کلائی نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ ان کے خاندان میں اس طرح ہتھیلی پر سر سوں نہیں بھائی جاتی۔ صبر کریں وہ لوگ اچھے تھے جوان کی بات کا احترام کیا تھا بڑا مانے بغیر۔

”ہائے پائیز! اتنی اداس اداس کیوں ہو۔ چھپو جان سے ملنے کے بعد بالکل چپ ہو گئی ہو ان کی بات بری لگ گئی ہے؟“ مہمانوں کے جانے کے بعد عمیر اس کے پاس آ کر استفسار کرنے لگا۔

”ماں! ان کو پاپا کے متعلق ایسی بات نہیں کہنا چاہئے تھی پاپا چھپو سے بہت محبت کرتے ہیں بلکہ ماما بھائی سب ہی ان سے محبت کرتے ہیں۔“ وہ صاف گوئی سے اعتراف کر بیٹھی تھی۔

”اوہ۔ ڈونٹ مائنڈ ڈیز! چھپو جان زبان کی خراب ہیں مگر دل کی بہت اچھی ہیں جتنا غصہ کرتی ہیں اتنا پیار بھی ہم سب سے پیار کرتی ہیں مگر حسان بھائی میں ان کی جان ہے۔“

”میں نہیں مانتی کہ دل کا اچھا ہونا کسے کہتے ہیں؟ ہمارا تعلق زبان سے ہوتا ہے ہمیں وہی اچھا لگے گا جس کی زبان اچھی ہوگی اخلاق بہتر ہوگا دل کی جانچ پر تال اللہ کا کام ہے بندوں کا نہیں۔“

”اوہ! آپ تو بری طرح سے ہرٹ ہوئی ہیں سوئیٹ گرل چلو کہیں باہر چلتے ہیں تاکہ آپ کا موڈ اچھا ہو سکے۔“ عمیر نے چھپو کے ترش رویے کے ازالے کی خاطر اسے سی دیو لے جانے کی آفر کی مگر اس نے انکار کر دیا۔

عشرت خاتون کا تعلق ہائی سوسائٹی کے ایک عزت دار گھرانے سے تھا اس دور میں جہاں لوگ ذات پات قوم و برادری کے زعم سے نکل کر آپس میں رشتے دار یاں مربوط کرنے لگے تھے ایسے میں ابھی بھی ان کے خاندان میں لڑکے لڑکیاں خصوصاً لڑکیوں کی شادیاں غیر خاندان یا غیر برادری میں کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا۔ خواہ لڑکیاں گھر بیٹھی رشتوں کے انتظار میں ہو رہی ہو جائیں یا بے جوڑ شریک حیات کے ساتھ زندگی کو سزا کی مانند

گزاریں۔ اس سے کسی کو کوئی سروکار نہ تھا اگر فکر تھی صرف خاندانی نام نہاد ”ناک“ کی اور ایسے میں ان کے اپنے کلاس فیلو عارف سے کورٹ میرج اس خاندانی ناک کو کاٹنے کے مترادف تھی جس کی پاداش میں انہیں خاندان سے بے دخلی و لاقلمی کا پروانہ ملا تھا۔ ماں باپ بھائی نے ان سے ہمیشہ کے لئے تعلق قطع کر لیا تھا جس کا ملال انہیں شادی کے کچھ عرصے تک بالکل نہیں ہوا مگر جب زندگی کی حقیقی صورت محبت و نقاب الٹ کر ان کے سامنے آئی تو معلوم ہوا محبت محض چار دن کی چاندنی کے سوا کچھ نہیں قبر کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑبھوں میں سے ایک گڑھا۔ پہلی مثال سسرال کے بارے میں بھی ان کے رائے تھی کیونکہ ایک گڑھا جیتے جی ان کے نصیب میں آ گیا تھا جہاں رات دن ان پر زبان کے چابک برمائے جاتے تھے اپنی پسند سے شادی کرنے پر ان کو ایسے ایسے شرمناک القابات سے نوازا جاتا کہ شرم سے خود ہی نگاہ نہ ملا پانی نہیں۔ عارف جنہوں نے ان کے ہناؤ مندہ نہ رہنے کی قسمیں کھائی تھیں جن کے وعدے میں پورے اترے تھے مگر نرم مزاجی اور کچھ بزدل فطرت ہونے کے باعث وہ اپنے گھر والوں سے اسے وہ حقوق نہ دلوا سکے جو بڑے بہو ہونے کے باطن اس کے بنتے تھے کیونکہ وہ خود آئی تھی لائی نہ گئی تھی سو کسی سے بھی وہ عزت و احترام رہتہ پاسکی تھی جو اس کا حق تھا۔ ان کے دل جیتنے کے لیے اس نے اپنی انا و خودداری کو مار ڈالا تھا دن رات نوکروں کی موجودگی میں ان کی خدمت کے لیے مشین بن گئی تھیں مگر پھر بھی خود پر چسپاں ”بھگود“ بہو کا لیبل نہ ہٹا سکی تھیں۔ عارف زیادتی سے باز نہ آتے تھے لیکن وہ اس کی حمایت میں لب و لہجہ نہ کرتے

قاصر تھے۔ ان کے خیال میں جذبات میں آ کر انہوں نے اپنے ماں باپ بہن بھائی کے ان ارمانوں کا خون کیا ہے جو ان کے حوالے سے ان کے دل میں موجزن تھے۔ اس وقت انہیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔ ایک مرد کی خاطر عورت برسوں کے رشتے و بھروسے توڑ کر اس کے ساتھ چل پڑی ہے منزل کی تلاش میں اور وہ مرد منزل پر پہنچ کر اپنا دامن بھٹ لیتا ہے اور اترام لگاتا ہے عورت کے رہ گئے کا اسے جنت سے نکلوانے کا اسے تو پھر جنت مل جاتی ہے در بدر وہ گھر تو عورت ہوتی ہے جو مرنے دم تک کسی گھر کو اپنا گھر نہیں کہہ سکتی عارف کی غلطی اس کے گھر والوں نے معاف کر دی تھی وہ ان کا وہی چہیتا بیٹا اور لاڈلا بھائی تھا۔

خسارے سارے اس کے نصیب میں آئے تھے اسے ان لڑکیوں پر رشک آئے لگا تھا جو باہل کی دعاؤں تلے رخصت ہوتی ہیں ان کے پاس اختیار ہوتا ہے سسرال کے ظلم و ستم میکے میں بتانے کا اپنی حیثیت سنوانے کا اور شاید ایسی لڑکیوں کی زندگی اس طرح انجیران بھی نہیں کی جاتی جس طرح ہم جیسی ناقابل اندیش لڑکیوں سے نفرت و حقارت آمیز سلوک کیا جاتا ہے جو جذباتی خواہشات کی تابع ہو کر ماں باپ کی محبت و اعتماد کو قدموں میں روند دیتی ہیں۔ بھائیوں کے فخر و مان کو چکنا چور کر کے بہنوں کے مستقبل کے واؤ پر لگا کر خوشیوں کی سج پر راج کرنا چاہتی ہیں جو سب لا حاصل رہتا ہے عزت و محبت سے محروم رہتا ہے خود بھی اپنے ذات کے افتخار شخصیت کی معتری کے لیے ترس گئی تھیں۔ دو سال ان بے حس و سنگدل لوگوں کے درمیان رہنا انہیں صدیوں کے ہمارے لگا تھا حسان کی پیدائش پر عارف کی سوئی ہوئی محبت جاگ اٹھی تھی وہ خاموشی سے بیوی اور بچے

کے ہمراہ علیحدہ فلیٹ لے کر رہنے لگے تھے اس اقدام پر ان کے گھر والے ان سے رشتہ توڑ بیٹھے تھے انہوں نے پروانہ کی تھی حسان کی پیدائش نے جو احساس دلایا تھا۔ ممتا اور ممتا کی شدت کا وہ اپنے گناہ پر نادم تو بہت پہلے ہوئے لگی تھی جن کی رسوائی کا سبب ان کی کورٹ میرج بنی تھی عمیر کی آمد نے انہیں بے قرار کر دیا تھا احساس دلایا تھا کہ ماں باپ کتنی انمول نعمت ہیں انہوں نے انہیں دکھی کر کے ناراض کر کے اپنے اللہ کو ناراض کر ڈالا ہے جب تک والدین معاف نہیں کریں گے ان کا رب بھی معافی نہیں دے گا۔

عارف نے بھی اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے ملنے اور معافی مانگنے کی بہت کوشش کی مگر اس گھر کے دروازے اس پر بند ہی رہے تھے۔ پھر جب اماں بستر مرگ پر پڑیں تو کئی سال بعد اس نے چوروں کی طرح اس گھر میں قدم رکھا جہاں وہ بھی بے فکر سے کد کڑے لگاتا پھرتا تھا اب اس جگہ پر قدم شرم و پشیمانی کے بوجھ سے لرز رہے تھے۔

اماں کے بعد اماں نے بھی مرنے سے قبل فراخ دلی سے اس کی خطا معاف کر دی تھی۔ بھائی نے بھی دل کے دروازے کھولے تھے یا نہیں؟ مگر گھر کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے تھے ماں باپ کے مختصر ملن اور ابدی جدائی کے غم نے اس کے اندر پھیلتوں و محرومیوں کے دبیز سناٹے اس کی روح تک اتار دیئے تھے۔ عمیر کی پیدائش کے بعد نور العین کی آمد نے ان کی زندگی مکمل کر دی تھی عارف بیٹی کو یا کر بہت خوش تھے لیکن وہ مسکرا بھی نہ سکی تھیں۔ بیٹی کی خوشی عارف نے بہت دھوم دھام سے منائی تھی وہ اپنے گھر والوں کو منا کر لے آئے تھے لیکن اس بار وہ اس کی ذہال تھے سو کسی کو بھی اس سے بد تمیزی کرنے

کی جرات نہ ہوئی تھی وہ منہ پھلائے تقریب میں پھرتی رہی تھیں۔

بھائی جان اور بھابھی نے اس تقریب میں شرکت نہیں کی تھی نہ معلوم وہ اسے دل سے معاف نہ کر سکے تھے یا سچ بچے بے حد مصروف تھے ان کے درمیان حائل ہونے والے قاصد عارف کی اجابت ہونے والی ڈیڑھ بھی ختم نہ کر سکی تھی۔ شروع شروع میں بھائی جان نے مالی امداد کرنے کی پیشکش کی تھی مگر عارف اپنے پیچھے مضبوط بینک بیلنس چھوڑ گئے تھے جس نے انہیں کسی سے بھی مالی مدد لینے سے محفوظ رکھا تھا وقت نے سب کو ہی اپنے چکر میں ایسا الجھایا تھا کہ کسی کو فارغ نہ چھوڑا تھا فون یا موبائل پر بھی کبھی بات ہو جاتی تھی بھائی و بھابھی کو آئے مدت ہو چکی تھی وہ بھی تین سال پہلے ایک ہفتے کے لیے بڑے بھتیجے عامر کی شادی پر گئی تھیں نینی اور عمیر کے ہمراہ حسان ان دنوں ملک سے باہر تھا ویسے بھی اس کا جھکاؤ انھیال سے زیادہ درحیال کی طرف تھا تین سال بعد قندیل کی آمد انہیں خزاں میں بہار کی مانند لگی تھی۔

”بیلا آئی! حسان گھر پر ہے؟“

سیاہ ٹراؤڈ اور نچ شرت میں وہ ہنستی مسکراتی شوخ لب اسٹک جس کے حسین چہرے پر نمایاں تھی وہ لڑکی عشرت سے مخاطب ہوئی تھی۔

”ہاں بیٹھو بیٹی! وہ اوپر ہے بلاتی ہوں۔“

”آئی! پلیز جلدی ویر ہو رہی ہے۔“ وہ بیٹھے ہوئے بولی۔ عمیر نے اندر آتے ہوئے اسے دیکھ لیا تھا وہ ہنسی آ گیا۔

”ہائے۔“ اس نے شانے پر بڑے بالوں کو جھٹکتے ہوئے ادا سے کہا۔

”ہائے ہائے! آپ پر مر جانے کو دل چاہتا ہے۔“ دل پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوا۔

”مر جاؤ۔۔۔۔۔“ وہ شوقی سے بولی۔

”آپ بھی ساتھ دیں تمہارے میں کیا مزا آئے گا۔“

”اچھا۔۔۔۔۔! ابھی حسان کو بتاتی ہوں۔“

”شہور۔۔۔۔۔ شہور پلیز! جب تک بھائی کو نہ بتا کریں گی ہمارا رشتہ ہو بھی نہیں سکتا۔“ وہ شانے اچکا کر بھولے پن سے ہوا۔

”حسان کے سامنے بالکل معصوم بن جاتے ہو۔“ اس نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا تھا اسی دم کھرا نکھر اسہا پینٹ کوٹ میں ملبوس حسان وہاں آ گیا تھا۔ عمیر یکدم شریف بن گیا۔

”تمہیں معلوم ہے حسان! یہ ابھی کیا کہہ رہا تھا؟“ اس نے شرارت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمیر کی جانب حسان کی پشت تھی عمیر نے فوراً ہی ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

”ہوں۔۔۔۔۔ کیا؟“ حسان نے چونک کر پوچھا تھا۔

”بہت تعریف کر رہا تھا تمہاری۔ بہت محبت کرتا ہے۔“

”ارے بیٹھو میں کافی کا کہہ کر آتی ہوں۔“ عشرت وہاں چلی آئی تھی عمیر وہاں سے کھسک لیا تھا حسان سمجھ گیا تھا عمیر نے کوئی شرارت کی ہوگی جو مومن بات بدل گئی ہے وہ چپ رہا تھا۔

”سوری ماما! ہمیں ایک پارٹی اہمیت کرنی ہے پہلے مینگ ہے وہاں جانا ہے کافی ٹیکسٹ ٹائم چلے گی۔“ وہ غلت بھرے انداز میں کہہ کر وہاں سے مومن کے ساتھ چلا گیا تھا گیلری میں کھڑی قندیل نے بڑی حیرت سے وہ منظر دیکھا تھا وہ شخص جس کے چہرے

میں اس نے بھولے سے بھی مسکراہٹ نہ دیکھی تھی اس لڑکی کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔ وہ مسکراہٹ جو ہر اشتعال و تحقیر سے پاک تھی اس کے چہرے کے روشن کر دیا تھا وہ بد مزاج و مزمل شخص کیا کسی لڑکی کے ساتھ اتنا اچھا بڑاؤ کر سکتا ہے۔

”وہ لڑکی کون تھی؟“

اس سے اس کا کیا رشتہ تھا؟ مارے تجسس کے وہ ریلنگ سے آدھی لٹک گئی تھی مسکراتے باتیں کرتے وہ کار کے پاس پہنچے تھے حسان نے فرنٹ ڈور کھولا۔ وہ خوبصورت چہرے والی لڑکی ایک ادا سے ملبہائی سے سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اس نے آہستگی سے ڈور بند کیا تھا اور گھوم کر ڈرائیونگ ڈور کھولتے ہوئے اس کی نگاہ گیلری پر پڑی تھی قندیل سرعت سے پیچھے ہٹی تھی مگر اس کا دھانی دوپٹہ وہیں لہرا رہا تھا۔

”کون تھی وہ لڑکی؟“ اندر آتی نینی سے سوال کیا تھا۔

”مومن تھی۔ ایم بی اے کر رہی ہے ایک پرینس کے لیے بھائی کے آفس آتی ہے یہ اس کا لاسٹ ایئر ہے۔“ نینی نے اطلاع دی تھی۔

”مومن۔۔۔۔۔ گڈ! کیا نام ہے تمہارے بھائی جیسے پتھر کو اس نے موم بنا دیا ہے جو شخص گھر والوں سے سیدھے منہ بات نہ کرنے اس مومن کے آگے موم بنا دیا ہے حیرت ہے۔“ نہ چاہنے کے باوجود اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔

”ایسی بات نہیں ہے بھائی ہم سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

”جب ہی میں نے ان کو تم میں سے کسی کے ساتھ مسکرا کر بات کرتے نہ دیکھا۔ تم اور عمیر تو ان سے چھوٹے ہو مگر پیچھو کے ساتھ بھی ان کا انداز روڈ

ہوتا ہے یہ کیسی محبت ہے دوسروں کے لیے سب کچھ اپنوں کے لیے کچھ نہیں۔“

نینی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

اس دن وہ نینی کی سنگینی کی تیاریوں میں لگی تھیں۔ قندیل نے میوزک آن کر کے لڈی کا پروگرام بنایا تھا۔ ساتھ اس نے زبردستی نینی اور عشرت کو بھی گھسیٹ لیا تھا۔ عمیر تو پہلے سے ہی ایسے کامیوں میں آگے آگے رہتا تھا قندیل اس کی ہم مزاج تھی اس کے آنے سے وہ کچھ زیادہ مسرور تھا کہ دونوں مل کر نت نئی شرارتیں کرتے تھے اور خوب انجوائے کرتے تھے۔

اس کی کار نہ معلوم کب آئی تھی فاسٹ میوزک کی آوازوں میں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب دھناتا ہوا ادھر آیا تھا ہوش تب آیا جب اس نے کھڑے کھڑے ہی پلگ وائر پھینکا تھا۔

”کیا ہو رہا ہے یہ؟“ وہ دھاڑا تھا۔

ان کے ہاتھ اپنے گھٹنے کے اٹھے ہی رہ گئے تھے عشرت خاتون نے نچل زدہ انداز میں ہاتھ نیچے کیے تھے نینی اور عمیر کی سخت سہرا سنگینی کی حالت تھی۔

”ننی! آپ بھی منع کرنے کے بجائے اس فضولیات میں شریک ہیں؟“ ان سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کے لہجے میں نرمی در آئی تھی عشرت خاتون اپنی بے ساختہ بچکانہ حرکت پر خود بیٹے کے سپاس شرمسار تھی قندیل زبردستی ہاتھ پکڑ کر لے آئی تھی۔ اس کی خوشی کی خاطر وہ کھڑی ہی ہوئی تھیں جو وہ طوفان بلا خیز بن کر چلا آیا تھا۔

”اور تم اپنی اپنی حد سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرو۔“ اب وہ حسیکیں لگا رہی تھیں عمیر کے جھکے ہوئے چہروں پر ڈال کر ورشت لہجے میں گویا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے مجرموں کی طرح گردن جھکا کر وہاں

سے چلے گئے تھے اس نے قندیل کو اس طرح نظر انداز کیا تھا گویا وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

”ایک منٹ حسان بھائی!“ اسے جاتے دیکھ کر وہ گویا ہوتی۔

وہ رک گیا مگر پلٹنا نہیں اس کی جانب پشت کے کھڑا رہا تھا یہ انداز واضح تھا اس سے بے وقوفی و نا پسندیدگی ظاہر کرنے کا۔

”آپ کس بات پر اتنا خفا ہو رہے ہیں؟ مینی کی انجمن کی تیاری کر رہے تھے ہم لوگ کوئی فضول بات نہیں ہے خوشیاں منانے کا اختیار سب کو حاصل ہے سب کا حق ہے۔“

وہ ایسی ہی تھی دوسروں کی خوشیوں کی خاطر ان کے حق کے لیے ڈٹ جانے والی خوشیوں و مسرتوں کو بانٹنے والی۔

”میں ایسی کسی خوشی و حق کا قائل نہیں ہوں جو دوسروں کو دکھ و پریشانی میں مبتلا کر دے۔“ اس کا لہجہ دو سپاٹ تھا۔

”حسان بھائی“ وہ خود اس کے سامنے آگئی تھی۔

”آپ کو دوسروں کی بڑی فکر رہتی ہے! کبھی اپنی ماں اور بہن بھائی کی خوشیوں کا خیال نہیں آیا آپ کو؟ کیا ہنسنے مسکراتے لاکھ انجوائے کرتے کا حق نہیں ہے ان کو؟ لوگ جانوروں پرندوں کو پتھرے میں قید کر کے ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں آپ نے ان لوگوں کو گھر میں قید کر کے زندگی کی مسرتوں سے دور کر دیا ہے۔“

”مثبت آپ۔“ اس نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے تحقیق آمیز لہجے میں کہا۔ عشرت بات بڑھنے کے خوف سے قندیل کے بازو پکڑ کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھی مگر وہ نہیں گئی حسان کو آئینہ دکھانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

”پچھو! یہ سب آپ کی خاموشی کی وجہ سے ہے جو ان کی ڈکٹیٹر شپ اس گھر میں چل رہی ہے۔“

”تمہیں جب یہاں دیکھا تھا اسی وقت میری چھٹی حس بیدار ہوئی تھی اور میں سمجھ گیا تھا تم کوئی پلاننگ کر کے یہاں آئی ہو اور بہت جلد تمہارا پلان ظاہر ہونے لگا۔“ اس کے لفظ لفظ میں بھرپور بیگانگی و سرد مہری پنہاں تھی۔ وہ تو وہ عشرت خاتون تھی اس کی بدگمانی پر ششدر رہ گئی تھیں۔

”تم نے آتے کے ساتھ ہی گھر کے پرسکون ماحول میں بے اطمینانی کے پتھر پھینکنے شروع کئے تمہیں اور مینی کی برین واشنگ کے ساتھ ہی ان کو درخلائے دیہکائے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ تمہارے درمیان فاصلے آجائیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور چاراپہر کسی پرندے کے گھونسلے کی طرح تنکا تنکا ہو کر بکھر جائے گا۔ یاد رکھو! تمہارا پلان کبھی کامیاب نہیں ہوگا خواہ تم جاسوسی کر دو بدظن کر دو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میری بصارت سماعت ہمہ وقت کھلی رہتی ہیں سب پر میری گرفت قائم ہے۔“ وہ کسی آتش فشاں کی طرح بلا مسست ہوا تھا لاوے کی طرح دھکتی ہوئی اس کی بدگمانیاں و ذہنی پر انگندگی اسے جھلسا گئی تھی۔

”قندیل بیٹا! اسٹڈ مت کرنا۔“

ہتک تو وہین کے احساس سے اس کے سرخ پڑتے چہرے و دھواں دھواں ہوتی آنکھوں پر ان کی نظریں مینی کی بد مزاجی و خود مروت طبیعت انہیں پہلی بار بہت بڑی محسوس ہوئی کس سنگدلی سے وہ اس پر الزامات لگا گیا تھا جو شخص اس کی ذہنی اختراع تھی۔

”پچھو جان! یہ سب آپ کی صبر و استقامت کی وجہ سے ہے ورنہ ان کی جرات نہیں ملتی تھی آپ کے

سامنے زبان کھولنے کی۔ آپ نے یہ سوچ کر کہ وہ آپ کو معاشی مہار دے رہے ہیں بزنس کر رہے ہیں ان سے باز پرس کرنا چھوڑ دی اور ان کے اندر حاکمیت بھر دی جس سے وہ خود کو اس گھر کے بیٹے کے بجائے حاکم سمجھنے لگے ہیں۔“

بات اس نے شدید غصے میں کہی تھی مگر حاکم کہنے پر باہر کھڑا عمیر اور مینی ہنسی ہوئی اندر آئے تھے۔

”بائی گاڈ! بالکل درست کیا ہے تم نے وہ بھائی پلس حاکم ہیں۔“

عمیر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا وہ بھی غصے کے باوجود مسکرا دی تھی۔

”چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ عمیر ڈنر کروانے لے کر جا رہا ہے اور دیکھنا آج اس کو قہر بنا کر نہ چھوڑا تو میرا نام بدل دینا۔“

”پرانی برگد کی جڑ پیل! یہی نام رکھوں گا تمہارا۔“ عمیر نے اس کی بولی سمجھتے ہوئے کہا۔

پہلی بار ان کی کزن آئی تھی ان کے تنہاں سے جڑا ایک رشتہ قریب ہوا تھا اس تعلق سے وہ لوگ خوش تھے بھائی کا رویہ اول دن سے قندیل کے ساتھ وہ سخت دیکھ رہے تھے اور اس کے ازالے کے لیے وہ اسے خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے تاکہ وہ محسوس نہ کرے مگر آج جس طرح سے بھائی نے اس پر الزامات کی بوچھاڑ کی تھی وہ بھی بے معنی و غلط انہیں محسوس ہوا تھا ماں کے حوالے سے جڑا یہ اکلوتا رشتہ بہت جلد ہی لوٹ جائے گا جونہ انہیں گوارا تھا نہ ان کی ماں کو ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے مفتوں میں باہر جانے کا پروگرام ترتیب دیا تھا تاکہ وہ باہر کی تازہ فضاؤں میں سب بھول کر معاف کر سکے۔

”مینی اکل حسیب کے ہاں چلنا ہے پارٹی ہے۔“ وہ کپڑے پہن کر کے آیا تو عشرت خاتون سے

مخاطب ہوا تھا۔

”یہاں بھی کال کی تھی مصروفیت کے باعث نہ آنے پر معذرت کر رہی تھیں۔“ ان کی بھاری آواز پر اس نے ان کی جانب چونک کر دیکھا تھا ان کی متورم آنکھیں ابھی بھی پھٹکی ہوئی تھیں۔ وہ شاید خاصی دیر سے روتی رہی تھیں۔

”انگل آنٹی کا اصرار ہے مینی پارٹی میں ضرور شریک ہو۔“

”مجھ سے بھی کہا تھا مگر میں نے منع کر دیا معذرت کر لی تھی۔“ ان کو اپنے بھیکے لہجے پر قابو پانے میں مشکل ہو رہی تھی۔

”کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے مئی! اسے وہیں جانا ہے وہ اس فیملی کی ہونے والی اکلوتی بہو ہے۔“

”اپنی پچھوؤں و چچوؤں کو دیکھا ہے وہ یہ سن کر طوفان کھڑا کر دیں گی ابھی ممکن ہی نہیں ہوئی اور لڑکی سسرال چلی گئی میں تو ویسے بھی رسوا ہوں لیکن اپنے بچوں کی جانب میں کوئی اتنی اٹھتی ہوئی برداشت نہیں کر دوں گی۔“ ان کا انداز دو ٹوک تھا۔

”ٹھیک ہے جو آپ مناسب محسوس کریں وہ کریں کل پھر تیار رہے گا۔“

”اگر تم اجازت دو تو میں ساتھ قندیل کو لے لوں؟ وہ حسیب سے ملنا چاہتی ہے مینی کی کزن اور دوست ہونے کے ناطے اس کی یہ خواہش ناجائز تو نہیں ہے شاید۔۔۔۔۔“ ان کا انداز پھر پھر پر سوز تھا حسان مزید برداشت نہ کر سکا اور قریب آ کر ان کے شانہ پر بازو رکھ کر بولا۔

”کیا ہوا ہے مئی! آپ ناراض ہیں؟ ابھی آپ نے کیا کہا کہ اگر میری اجازت ہو تو آپ قندیل کو پارٹی میں لے جائیں؟ اس سے قبل کبھی آپ کو مجھ سے کسی کام کے لیے یا آنے جانے کے لیے اجازت

ورکار ہوئی ہے؟ یہ سب چند دنوں سے ہو رہا ہے۔“

”ہاں ہاں کہہ دو جب سے تبدیل یہاں آئی ہے تب سے ایسا ہو رہا ہے اس نے آتے ہی ہمارے کان بھرنے شروع کر دیئے وہ یہی بیان لے کر آئی ہے ہم سب کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کا۔“ ان کے آنسو پھر بہنے لگے تھے حسان نے شکوہ کناں نظروں سے ان کی جانب دیکھا تھا جو اس وقت یاں سے زیادہ میکہ پرست وہ روائتی عورت لگ رہی تھی جو ہر شے سے زیادہ میکہ کی عزت مقدم رکھتی ہیں۔

”وہ میکہ جہاں مجھے پھولوں کی طرح رکھا جاتا تھا اپنی کم عقلی و بد بختیوں کی وجہ سے جس کو میں چھوڑ آئی تھی میرے سے پتھر میں تبدیل ہو گئی تھی اس گھر نے ان لوگوں نے بلند ظرف و فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھ جیسی بد بخت کو معاف کر کے سینے سے لگایا تھا۔ اس لیے کہ وہ میرے اپنے تھے میں جن کا خون آئی اور میری بعد میرے لایون ہیں اس لیے وہ یہاں آئی ہے تو تم نے اس پر الزامات کے گورے برسادیئے۔“

وہ اپنی حیرت محیط کیے ان کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا وہ ماں جو صرف چند نوہ جملے بولنے کی عادی تھی جو وہ روز مرہ سننے کا عادی تھا۔

”بیٹا! نہیائے جاؤ آج چائے کے ساتھ بڑا اہتمام کیا ہے۔ آفس سے آنے میں دیر کیسے ہو گئی؟ نئی نے فروٹ ریٹ بنا یا ہے رات کھانے پر تمہاری پسندیدہ ڈش بنا رہی ہوں کھانا باہر مت کھانا۔“ یہ وہ جملے تھے جو وہ سننے کا عادی تھا جو بہت نرم و شیریں لہجے میں کہتے تھی اور اب اسی لب و لہجے سے چنگاریاں نکل رہی تھی۔

”ممی! وہ الزام نہیں حقیقت ہے میں نے خود سنا ہے۔“

”یہ الفاظ تمہارے نہیں آئینے کے ہیں۔ اس نے ہی اس دن آگ لگائی تھی۔“ بیٹی کی محبت کا جا دوسرے چڑھ کر بولی رہا تھا۔ تبدیل کے لیے اس کے اندر نفرت مزید بڑھ گئی تھی اس کی نگاہوں میں وہ بہت شاطرہ دکا رہی۔

”آپ مجھے اس قدر بد عقل سمجھتی ہیں جو کسی کی باتوں میں آؤں گا؟“

عشرت نے کوئی جواب نہیں دیا ان کے چہرے پر خشکی بدستور تھی اور کچھ بھی تھا وہ سنجیدہ رکھ رکھاؤ الگ تھلک رہنے والا بندہ ماں کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا دھیسے سے مسکرا کر گویا ہوا تھا۔

”اوکے ممی! آپ میری صاف گوئی سے ہرٹ ہوئی ہیں میں آپ سے معذرت کرتے ہوئے اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔“ وہ بھی بیٹے کی اداسی پر سب بھولی کر مسکرا دی تھی۔

سیا ایسا طیش ملی فکر لہجہ ان کی دلی سوت میں اس کی موت یا جیسی رنگت خوب کھل رہی تھی نازک سی جیولری اور مہر و ان اپ اسٹک نے اس کی دلکشی کو دوبالا کر دیا تھا عشرت لائٹ اس کافی کمر کی سائٹری میں ساوہ سا جوڑا باندھے بہت پروقار لگ رہی تھی ان کے اسرار اور دل میں حسیب سے ملنے کی خواہش میں وہ چلی آئی تھی۔

حسیب پکس کے بیچ و عرض میں اللہ میں ہی پارٹی کی آرگنٹ بہت خوب صورت طریقے سے کی گئی تھی ان کو بڑی محبت سے دیکھ کر کہا گیا تھا۔

”اسی پارٹی میں چار چاند لگ جاتے اگر آپ ہماری بہو کو لے آئیں۔“

ان سے ملتے ہوئے نئی کی ساس نے خشکی سے کہا تھا۔

”بعض اوقات کچھ خاندانی روایات کی خاطر

خواہشوں کو دبانا پڑتا ہے ایسی ہی کسی مصلحت کے تحت میں مجبور ہوتی ہوں ورنہ منی کے آنے میں کوئی خرچ نہ تھا۔" عشرت نے بہت خلوص سے مجبوری بیان کی۔

"یہ بات آپ کی بالکل درست ہے سسر عارف! ہم خواہ کتنے ایدہ و اس ہو جائیں کتنی ترقی کر لیں مگر خاندانی وقار کے لیے ایسے اقدام اٹھانا ہی پڑتے ہیں میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے اب کوئی بھی پارٹی اسی وقت ہوگی جب میری بہو یہاں آچکی ہوگی۔"

بنی کے اچھے نصیب پر عشرت تہہ دل سے رب کی شکر گزار تھی جس نے محبت و قدر کرنے والے لوگ منی کے مقدر میں لکھے تھے۔

"بیٹا! آپ ہم بوڑھوں میں بیٹھ کر بور ہوں گی جنگ جمریشن میں بیٹھ کر انجوائے کریں۔" حسیب کی مماناس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"یہ تو آنے کو تیار نہ بھی نہ ہر جی لے کر آئی ہوں کہ آپ نے بے حد اصرار کیا تھا ساتھ لانے کے لیے۔"

"آپ نہیں آتیں تو میں بہت ماسٹڈ کرتی۔" وہ قندیل سے خلوص آمیز لہجے میں بولی تھی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سمت لے آئی تھی جہاں ان کی بیٹیاں مانرہ اور سائرہ اپنی فریڈنز اور کزنز کے ہمراہ خوش گلیوں میں مصروف تھیں انہوں نے اسے دیکھ کر کہا تھا

لکھوں میں ہی وہ ان سے کھل مل گئیں تھی اسے شرح انداز اور متناسر طبیعت کے باعث وہ ہر جگہ فٹ ہو جاتی تھیں مانرہ کی کسی بات پر ہنستے ہوئے اسے کسی کی گہری نگاہوں کا احساس ہوا تھا اس نے فوراً مزہ کر دیکھا ٹیبل سے کچھ فاصلے پر حسان کھڑا کسی سے گفتگو کر رہا تھا اور گاہے گاہے دیکھ رہا تھا نہ معلوم اس کی سرور مہرنگاہوں میں ایسی کوئی پیش کش تھی کہ اسے بھرپور اس کا دل بہم اٹھا تھا۔ پھر وہ قہقہے نہیں لگا سکی تھی۔ وہ

ور عشرت اسی کے ساتھ آئی تھیں جو یہاں آتے ہی لوگوں میں گرم ہو گیا تھا عیسر کو اس نے کتنا کہا ساتھ آنے کو مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

"یار! سمجھا کرو وہاں ایک سے ایک بڑھ کر ایک حور شامل ہوگی دل کو کس طرح سنبھالوں گا؟ فری ہونا تو درکنار بھائی کی وجہ سے میں حسین نظاروں سے آنکھیں بھی نہ سینک پاؤں گا پھر جانے کا فائدہ ہی کیا؟"

اور وہ اسے ہرا بھلا کہہ کر چلی آئی تھی۔

"اونچے اونچے قہقہے لگانا کوئی مہذب طریقہ نہیں۔ یہ خیال رکھو۔ بنی کا سسرال ہے۔"

اسے تنہا دیکھتے ہی موقع پا کر وہ آ کر اپنے مخصوص اٹھ مار انداز میں گویا ہوا قندیل بار سے جنگ کے سرخ پڑ گئی تھی۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں کا مرید! ہمیں نہیں ملو! آؤ گے ہماری ہونے والی بھانجی ہے؟" وہ حسان کا دوست تھا جو دور سے اسے سرگوش کر تے اور جواباً قندیل کی سرخ پڑتی رنگت پر غلط فہمی کا شکار ہوا تھا۔

حسان اس کی غلط فہمی پر بری طرح بوکھلا گیا تھا اور قندیل وہاں رکی نہیں تھی سیدھی عشرت کے پاس آ گئی تھی۔

"میں تمہارے پاس ہی آ رہی تھی منی کی ساس کسی کام سے اندر گئی ہیں۔ حسیب سے ملاقات ہوگی یا نہیں؟"

عشرت بہت خوش تھی یہاں جو ان کو پذیرائی و فوقیت ملی تھی حسان کی ماں اور منی کے حوالے سے اس نے ان کی رگ رگ میں آسودگی بھر دی تھی ہر ماں کی طرح وہ بھی بنی کے شاندار مستقبل سے سرور تھی۔

"ابھی نہیں ہوئی۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھی۔

"ارے تمہیں کیا ہوا یہ چہرہ اس قدر اترا ہوا کیوں ہے؟" اس کے سر جھکائے ہوئے چہرے پر نگاہ پڑی تو پریشانی سے گویا ہوئی۔

"کچھ نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں! کچھ ہوا ہے کچھ دیر قبل تمہارا چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔"

"آپ پریشان مت ہوں پچھو! بس معمولی سا سر میں درد ہو رہا ہے۔" ان کو ایک دم ہی پریشان ہوتے دیکھ کر اسے اپنے اندر ہونی جنگ سے چند لمحوں کے لیے فرار حاصل کرنا پڑا وہ جبراً مسکرائی تھی۔

"لگ گئی نہ نظر۔" مجھے یہی فکر ہو رہی تھی ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو سکتے لوگوں نے تمہاری بارے میں پوچھا سب یہی سمجھ رہے ہیں تم میری ہوئے والی بہو ہو۔"

شاید وہ گمان تھیں میں اتنی بڑی بات کہہ گئی تھی یا اتنے لوگوں کو پوچھنے پر ان کے دل کی آرزویوں پر آ گئی تھی جس کا اظہار کرتے وقت انہیں احساس بھی نہیں ہوا تھا حسان بھی اس لیے وہاں آ گیا تھا قندیل کو اس کا یہ سننا برا لگا تھا۔ کم از کم ایسی باتیں اس کی سماعت تک نہیں جانی چاہئیں تھیں جو پہلے ہی اپنی وجہ است و اسرار نہیں کے زعم میں مقرر ہو چکا تھا۔

"حسان! قندیل کے سر میں درد ہے اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔" وہ اسے قریب دیکھ کر پریشانی سے بولیں۔

"معمولی سا درد ہے گھر جا کر ٹیبلٹ لے لوں گی۔ آپ فکر مت کریں۔"

اس کی گندی ذہنیت وزک پہنچانے والی باتوں سے وہ اس قدر متغیر ہو گئی تھی اس کی صورت دیکھنے کی روداد نہ تھی کجا کہ تنہا ساتھ جانا۔ اس نے انکار کر دیا تھا حسان نے گہری نگاہ اس پر ڈالی پھر بولا۔

"یہاں پارٹی میں کئی ڈاکٹرز موجود ہیں انہیں تو بھیکنس مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ بات قطع کر کے سر دھری سے بولی تھی حسان کے پیچھے ہی حسیب چلا آیا تھا۔ اسٹارٹ اور خوش مزاج حسیب حسان کا ہی ہم عمر تھا مگر مزاج میں اس کی ضد تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا وہ ان سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

منی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔ ریڈ ساڑھی پر گولڈن فینسی ورک تھا نفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹیبلٹس کاتوں میں سرخ پیرل کے لمبے لمبے آویزے اس پر سچ رہے تھے گولڈن کمری بال اس کے شانے پر پکھڑے ہوئے تھے وہ جھلک رہے تھے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی پچھو کو سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت بکلت و نخوت بھرے انداز میں۔

"اوہ تو آپ ہیں حسان کی لاہور سے آنے والی کزن۔" اس نے نیکی نظروں سے اس کا گہرا جائزہ لیا تھا اور پھر اس طرح بڑھ گئی جہاں حسان حسیب اور اس کی کزنز کے درمیان کھڑا تھا۔

حسان کے مسن بی ہونے سے اس کے نازک احساسات پہلے ہی بری طرح گھائل ہوئے تھے وہ اسی ناظم وہاں سے مارے غصے کے چلی آئی تھی اسے نہیں معلوم اس نے کیا کہہ کر اپنے دوست کی غلط فہمی دور کی تھی ذہنی کوفت سے دوسری بار اسے تب دو چار ہونا پڑا تھا جب پچھو منی کی سسرالی خواتین کے قیاس و ہرارتی تھیں جو وہاں آتے حسان نے سنے تھے اور ان سنی کر گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لوگوں کو دوسروں کے بارے میں اتنی فکر کیوں رہتی ہے اس کھوت میں کیوں رہتے ہیں کہ کوئی کون کے ساتھ ہے تو کیوں ہے؟ جب سب کو معلوم ہو گیا تھا وہ ان کے

"یہاں پارٹی میں کئی ڈاکٹرز موجود ہیں انہیں تو بھیکنس مجھے ضرورت نہیں ہے۔" وہ بات قطع کر کے سر دھری سے بولی تھی حسان کے پیچھے ہی حسیب چلا آیا تھا۔ اسٹارٹ اور خوش مزاج حسیب حسان کا ہی ہم عمر تھا مگر مزاج میں اس کی ضد تھا۔ کافی دیر تک بیٹھا وہ ان سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

منی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔ ریڈ ساڑھی پر گولڈن فینسی ورک تھا نفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹیبلٹس کاتوں میں سرخ پیرل کے لمبے لمبے آویزے اس پر سچ رہے تھے گولڈن کمری بال اس کے شانے پر پکھڑے ہوئے تھے وہ جھلک رہے تھے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی پچھو کو سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت بکلت و نخوت بھرے انداز میں۔

"اوہ تو آپ ہیں حسان کی لاہور سے آنے والی کزن۔" اس نے نیکی نظروں سے اس کا گہرا جائزہ لیا تھا اور پھر اس طرح بڑھ گئی جہاں حسان حسیب اور اس کی کزنز کے درمیان کھڑا تھا۔

حسان کے مسن بی ہونے سے اس کے نازک احساسات پہلے ہی بری طرح گھائل ہوئے تھے وہ اسی ناظم وہاں سے مارے غصے کے چلی آئی تھی اسے نہیں معلوم اس نے کیا کہہ کر اپنے دوست کی غلط فہمی دور کی تھی ذہنی کوفت سے دوسری بار اسے تب دو چار ہونا پڑا تھا جب پچھو منی کی سسرالی خواتین کے قیاس و ہرارتی تھیں جو وہاں آتے حسان نے سنے تھے اور ان سنی کر گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لوگوں کو دوسروں کے بارے میں اتنی فکر کیوں رہتی ہے اس کھوت میں کیوں رہتے ہیں کہ کوئی کون کے ساتھ ہے تو کیوں ہے؟ جب سب کو معلوم ہو گیا تھا وہ ان کے

منی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔ ریڈ ساڑھی پر گولڈن فینسی ورک تھا نفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹیبلٹس کاتوں میں سرخ پیرل کے لمبے لمبے آویزے اس پر سچ رہے تھے گولڈن کمری بال اس کے شانے پر پکھڑے ہوئے تھے وہ جھلک رہے تھے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی پچھو کو سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت بکلت و نخوت بھرے انداز میں۔

اوہ تو آپ ہیں حسان کی لاہور سے آنے والی کزن۔" اس نے نیکی نظروں سے اس کا گہرا جائزہ لیا تھا اور پھر اس طرح بڑھ گئی جہاں حسان حسیب اور اس کی کزنز کے درمیان کھڑا تھا۔

حسان کے مسن بی ہونے سے اس کے نازک احساسات پہلے ہی بری طرح گھائل ہوئے تھے وہ اسی ناظم وہاں سے مارے غصے کے چلی آئی تھی اسے نہیں معلوم اس نے کیا کہہ کر اپنے دوست کی غلط فہمی دور کی تھی ذہنی کوفت سے دوسری بار اسے تب دو چار ہونا پڑا تھا جب پچھو منی کی سسرالی خواتین کے قیاس و ہرارتی تھیں جو وہاں آتے حسان نے سنے تھے اور ان سنی کر گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لوگوں کو دوسروں کے بارے میں اتنی فکر کیوں رہتی ہے اس کھوت میں کیوں رہتے ہیں کہ کوئی کون کے ساتھ ہے تو کیوں ہے؟ جب سب کو معلوم ہو گیا تھا وہ ان کے

منی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔ ریڈ ساڑھی پر گولڈن فینسی ورک تھا نفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹیبلٹس کاتوں میں سرخ پیرل کے لمبے لمبے آویزے اس پر سچ رہے تھے گولڈن کمری بال اس کے شانے پر پکھڑے ہوئے تھے وہ جھلک رہے تھے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی پچھو کو سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت بکلت و نخوت بھرے انداز میں۔

اوہ تو آپ ہیں حسان کی لاہور سے آنے والی کزن۔" اس نے نیکی نظروں سے اس کا گہرا جائزہ لیا تھا اور پھر اس طرح بڑھ گئی جہاں حسان حسیب اور اس کی کزنز کے درمیان کھڑا تھا۔

حسان کے مسن بی ہونے سے اس کے نازک احساسات پہلے ہی بری طرح گھائل ہوئے تھے وہ اسی ناظم وہاں سے مارے غصے کے چلی آئی تھی اسے نہیں معلوم اس نے کیا کہہ کر اپنے دوست کی غلط فہمی دور کی تھی ذہنی کوفت سے دوسری بار اسے تب دو چار ہونا پڑا تھا جب پچھو منی کی سسرالی خواتین کے قیاس و ہرارتی تھیں جو وہاں آتے حسان نے سنے تھے اور ان سنی کر گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لوگوں کو دوسروں کے بارے میں اتنی فکر کیوں رہتی ہے اس کھوت میں کیوں رہتے ہیں کہ کوئی کون کے ساتھ ہے تو کیوں ہے؟ جب سب کو معلوم ہو گیا تھا وہ ان کے

منی حسیب کی کزن تھی وہ لیٹ آئی تھی۔ ریڈ ساڑھی پر گولڈن فینسی ورک تھا نفاست سے کیے گئے میک اپ گلے میں ٹیبلٹس کاتوں میں سرخ پیرل کے لمبے لمبے آویزے اس پر سچ رہے تھے گولڈن کمری بال اس کے شانے پر پکھڑے ہوئے تھے وہ جھلک رہے تھے سیدھی ادھر ہی آ گئی تھی پچھو کو سلام کیا تھا۔ اس سے بھی سرسری طور پر ہاتھ ملایا تھا۔ بہت بکلت و نخوت بھرے انداز میں۔

بھائی کی بیٹی ہے تو پھر یہ قیاس کرنا ضروری تھا کہ وہ ان کی ہونے والی بہوئے سائزہ اور سائزہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھے مگر وہ نہیں مانی تھی جب دل پر ناگوار اور باتوں کا بوجھ بڑھ جائے تو پھر ہر شے سے طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے اور اس بوجھ میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب اس نے حسان وحسب کے سنگ بیٹھ کر مومی کے بلند بانگ قہقہوں کی آوازیں یہاں بیٹھے بیٹھے سنی تھیں حسان کے چہرے کی مسکراہٹ نے اسے پوری طرح اس سے بدظن کر ڈالا تھا۔ منافقت و خود پسندی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

راستے میں وہ بالکل خاموش بیٹھی رہی حسان کی جانب ایک دفعہ بھی نہ دیکھا تھا جو ڈرائیونگ کے دوران بیک مرر میں نظر آتے اس کے عکس کو کئی بار دیکھ چکا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر براجمان عشرت حسیب اور اس کی فیملی کی خوش اخلاقی و مہمان نوازی کے گن گمار ہی تھیں۔ گیارچ میں کاررکتے ہی وہ تیزی سے اتر کر اندر آ گئی تھی پیچھے آتی عشرت نے نیٹی سے کہا تھا وہ چائے کے ساتھ اسے سردرد کی ٹیبلٹ دے اور خود نے اس کی نظر اتاری تھی۔

مگر معاملہ نظر کا نہیں دل کا تھا وہ اس کی ہر تہ لیل ہر الزام برداشت کرتی رہی تھی محض پچھو کی خاطر جن کی یہی کوشش ہوتی تھی وہ خوش رہے اور ایسی کوئی پرومترگی یا دل آزاری نہ ہو جو ان کے درمیان فاصلوں کا باعث بنے ان کی احساسات و جذبات سے قطع نظر حسان کا رویہ اسے یہاں سے بھگانے کا تھا اور اس نے آج جو اس نے بات کی تھی وہ اسے بھول نہیں رہی تھی دل تھا کہ بھر بھر آ رہا تھا وہ رونا چاہتی تھی آفسوں کا گولہ سا اس کے حلق میں اکٹ رہا تھا۔

اس نے برابر میں نیٹی کی جانب دیکھا وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اس کے خوبصورت چہرے پر آسودگی

پھیلی ہوئی تھی اس پر رضائی ڈال کر وہ باہر آئی اور لان کے اس گوشے میں بیٹھ گئی جو درختوں کے بڑے پتوں سے گھرا ہوا تھا وہاں نصیب لکڑی کی بیچ پر وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔ کتنے شوق و محبت سے وہ یہاں آئی تھی پچھو کو وہ اس عمر سے پسند کر لی تھی جب شعور آ گئی کی منزل سے نا آشنا تھی۔ خوبصورت چہرہ و باوقار شخصیت والی عشرت خاتون جو سالوں میں چند دن کے لیے ان کے ہاں آئی تھیں ان کتنی کے دنوں میں سالوں کی محبت ان میں بانٹ جاتی تھیں خصوصاً اس سے تو بہت زیادہ پیار کرتی تھیں تحائف بھی زیادہ لاتی تھیں عمیر یعنی سے بھی اس کی خوب بنتی تھی وہ سب مل کر خوب شہزادہ بن کر رہتے تھے حسان ان کے ساتھ نہیں آتا تھا، کبھی اس کے ایگرا مزہور سے ہوتے یا کبھی کسی کورس کے سلسلے میں وہ مصروف ہوتا اور کبھی آتا بھی تو ایک دن سے زیادہ ٹھہرنا نہیں تھا وہ لوگ سمجھتے تھے مصروفیت کے باعث وہ ایسا کرتا ہے مگر اب یہاں آ کر اس نے محسوس کیا وہ مصروفیت نہیں نفرت کے باعث تھا۔ ایسا کیوں تھا؟ وہ اس کا جواب نہیں پاتی تھی۔

حسان کھڑکی بند کرنے کے لیے اٹھا تھا جب اس لان میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے قدرے جھک کر دیکھا تو اف وائٹ دوپٹہ لہراتا ہوا دکھائی دیا ساتھ وہ بھی جو گھٹنوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ اس نے پہلے تو نظر انداز کرنا چاہا مگر اندر ہونے والی ایک بے نام سی بے چینی نے اسے نیچے لان میں آنے پر مجبور کر دیا۔ قریب جانے پر سنائی دینے والی دلی دلی سسکیوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

قدموں کی آہٹ پر اس نے چہرہ اٹھا دیا وہ سامنے کھڑا تھا حیرانی و پریشانی اس کی سحر انگیز آنکھوں سے

عیاں تھی لمحے بھر کو نگاہوں کا تصادم ہوا تھا ان بھیگی بھیگی سرخ آنکھوں میں برہمی صاف رقم تھی۔

”یہ آج ہی رات کو رونے کا سبب؟“ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر وہ گویا ہوا۔

”یہاں رونے کے لیے بھی پریشن لینی پڑتی ہے؟“

”نہیں۔ لیکن اس طرح رونا کسی مہمان کا میزبان کے لیے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔“ اس کے انداز پر وہ بے ساختہ مسکراتا ہوا بولا۔

”ہو نہ مہمان وہاں جان کہے۔“

”یہ میں نے کب کہا؟“ اس کے بھاری لہجے میں حیرانگی کا عنصر تھا۔

”پہلے دن جو آپ سے فکراؤ ہوا تھا محض اتفاق تھا لیکن آپ نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور پھر نہ معلوم کیوں آپ مجھے دین سمجھنے لگے۔“

”جو کہتا ہے صاف کہو میں اس طرح کی گفتگو سمجھ نہیں پاتا ہوں۔“ اس کے انداز مخصوص پتھر کی شجیدگی دہرائی۔

”میرے بارے میں آپ کا خیال ہے میں کوئی خطرناک عزائم لے کر آپ کے گھر میں آئی ہوں جیسے کوئی ملک دشمن ایجنٹ تخریب کاریاں کرنے آتے ہیں؟“ مائنڈ اسٹ ایج کام میں نہیں آپ اپنے گھر میں رہ کر خود کر رہے ہیں۔“ اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور جانے سے قبل اس کی طبیعت بھی صاف کرنی ضروری تھی تھی۔ وہ اس سے نہ کہی مگر گھر والوں سے رویہ درست کرے۔

”آپ اس دنیا میں انوکھے شخص نہیں ہیں جن کے گاندھوں پر والد کی دستھ کے بعد ذمے داریوں کا بوجھ پڑ گیا ہو بے شمار لوگ ہیں ایسے جو اس طرح کے پراپٹرنٹس کرتے ہیں بزنس بھی کرتے ہیں اور اپنی

پر خلوص محبت اور اپنائیت سے مورد دل سپورٹ بھی دیتے ہیں آپ نے بھی سب دیا ہے مگر کسی جبری مشقت و بوجھ کی طرح جو کسی بھی محبت و خلوص و اعتماد کی سرشار سے دور ہے۔“

رات کے اس پہر جب چاند آسمان کے وسط میں چمک رہا تھا ٹھنڈی ہوائ میں پھولوں کی خوشبوؤں سے بوٹھل تھیں ماحول پر رات کی خاموشی چھائی ہوئی خوابناک بنا رہی تھی وہ ہونٹ کھینچے اسے من رہا تھا۔

”بھائی آپ جیسے نہیں ہوتے جن کے قدموں کی آہٹوں سے زمین بھائی کہم جائیں کیا کسی بیٹے کو یہ زیب دیتا ہے کہ ماں کی عظمت و رتبہ بھلا کر ان پر رعب رکھے؟“ آپ نے اپنے طرز عمل پر غور کیا ہے؟ ابھی بھی دنت ہے دیا ستداری ہی اپنا محاسبہ کیجئے کہ آپ کیا کھورہے ہیں اور کیا پارہے ہیں؟ گھر میں محبت و اپنائیت سے گونجنے والے تہمتے اچھے لگتے ہیں یا سب سے ہونے افسردہ خاموشیاں و سنائے؟ سوچئے اپنے طرز عمل کے متعلق۔“

وہ لا پروا کھلندری سی لڑکی جس کا کام بے تحاشہ ہنسنا و شوخیاں کرنا تھا اتنی حساس ہوگی اسے امید نہ تھی وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

اس نے پچھو کی لاعلمی میں پایا کو کال کر دی تھی دوسرے دن عامر لینے آ گیا تھا پچھو یعنی عمیر سب نے ہی کتنا چاہا کہ وہ زیادہ نہیں تو کم از کم نیٹی کی ایک ہفتے بعد ہونے والی منگنی تک رک جائے لیکن اس کا دل لمحے بھر کو یہاں رکنے کے لیے راضی نہ تھا جہاں اس مغرور و انا پرست سے صحیح دشنام سامنا ہونا لازمی تھا اور وہ اب اس کے سائے سے بھی متغیر ہو چکی تھی۔

گھر آ کر پایا و دھما کے سنے سے لگ کر نہ معلوم احساس کے تحت وہ رو پڑی تھی شریں بھابھی عابد

رہا تھا دل کوئی انجانی سرگوشی کرنے لگا تھا جیسے کسی کو
 چپکے چپکے یاد کر رہا ہو کسی کی وید کا تمنا ہو پر کسی کا؟
 کون ہے وہ؟ اس نے گہری سانس لیتے ہوئے خود
 سے پوچھا اور جواباً جو عکس ابھر اس نے اسے آنکھیں
 کھولنے پر مجبور کر دیا دل کی دھڑکنوں کے شور میں
 جس کا نام گونج اٹھا تھا وہ وہی سنگدل و بے مروت شخص
 تھا جس نے کبھی اسے قابلِ امتناء نہ جانتا تھا جو اس سے
 نفرت کرتا تھا اس کی کشتی ساحل پر آ کر ڈوبے گی یہ
 اسے معلوم نہ تھا دل کی اس چال بازی پر وہ ششدر بھی
 تھی کہ ملازمہ نے مہمان کے آنے کی اطلاع دی تھی
 اس وقت مہمان کی آمد ناگوار لگی تھی مگر گھر میں کسی کے
 نہ ہونے کے باعث حق میزبانی اسے ادا کرنا ہی تھا وہ
 کھولی کھولی سی لیونگ روم میں داخل ہوئی تھی اور گھبرا
 کر رک گئی۔ اس کے دل کا چور سامنے صوفے پر بڑی
 شان سے براجمان تھا کیا اس کی تڑپ اتنی شدید تھی جو
 اسے یہاں آنے لائی تھی یا وہ محض آنکھوں کا دھوکا تھا جو
 حسان اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

”السلام علیکم اتم اتنی حیرت سے کیا دیکھ رہی ہو
 بھئی میں بد ذات خود ہوں کوئی میرا بھوت نہیں
 ہے۔“ وہ دلکش انداز میں مسکرا کر گویا ہوا۔

”آپ! اس طرح۔۔۔ جہاں آئے ہیں؟“ وہ خود پر
 قابو پانے کی جگہ دو دہیں ہٹا لگی تھی۔

”پھر کیا بارات لے کر آتا؟“ اس کے بھاری لہجے
 میں تپش تھی۔ ”میرا مطلب ہے مجھے تمہاری آنا تھا۔“

اس کی پرشوق نگاہوں سے وہ بری طرح بوکھلائی
 تھی نہ معلوم آج کیا ہوا تھا جو انوکھے حالات سے اس
 کا واسطہ پڑ رہا تھا۔

”مما اور بھائی شایجک سینئرنگی ہیں رمضان آئے
 والے ہیں اسی کی تیاریوں کے سلسلے میں۔۔۔ آپ کیا
 لیں گے چائے کافی یا کولڈ ڈرنک؟“

”نی الحال کچھ نہیں تم بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی
 ہے۔“ اس کے لہجے میں سنجیدگی درآئی تھی۔

وہ دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”میں نے بچپن سے زندگی کا وہ روپ دیکھا جو
 شاید ہی کسی کو نظر آتا ہے بات بات پر مٹی کو بے عزت
 کیا جاتا تھا گھر میں ان کی کوئی ویلیو نہیں تھی بچیاں
 بڑے فخر سے جان بوجھ کر ایسے مٹکے کی تعریفیں کرتی
 تھیں بڑے فخر سے جایا کرتی تھیں وہاں سے آنے
 والوں کو داوی جان اور پھپھو میں بہت عزت دیتی تھی
 جبکہ ممّا کی کورٹ میرج کو ایٹو بنا کر انہیں رونے پر
 مجبور کر دیا جاتا تھا۔ میں نے ممّا کو چھپ چھپ کر
 روتے ہوئے دیکھا تھا۔ ملازموں کو ہوتے ہوئے گھر
 کے کاموں میں لگے ہوئے دیکھا تھا۔“

”ممّا کو خاندانی روایت سے بغاوت کرنے کی
 بہت بڑی سزا ملی تھی وہ عزت و حیثیت کبھی نہیں ملی
 جو ان کا حق تھی اور ان ہی دنوں نہ جانے کس طرح
 میں آمنہ اتنی کی باتوں کو سچ سمجھنے لگا تھا وہ کہتی امی کو
 بیٹی نہیں ہوتی چاہے بھی کون شادی کرے گا ایسی لڑکی
 سے جس کی ماں نے گھر سے بھاگ کر شادی کی ہو
 بیٹا! ممّا پر ابھی سے کڑی نگاہ رکھو ماں کا اثر ممّا پر نہ
 آ جائے۔ کل کلاں کو وہ بھی کسی کے ساتھ فرار ہوئی تو
 ہم تو زندہ نہ رہ پائیں گے یہ تو تمہاری ماں کے ماں
 باپ ہی بے غیرت تھے جو ممّا کی ایسی حرکت کے
 بعد بھی زندہ رہے پھر جیسے جیسے وقت گزرتا رہا میرے
 اندر بے اعتمادی دے سکونی بڑھتی گئی دوست و احباب
 سے میں کئی کئی گونے لگا تھا۔ انسان جس سے بچنا
 چاہتا ہے وہی خوف اس کا پیچھا کرتا ہے کسی نہ کسی
 طرح سے خفیال کا ذکر نکل آتا جو مجھے منہ چھپانے پر
 مجبور کر دیتا اور میں بے اعتمادی کا شکار ہوتا چلا گیا۔
 ممّا کو میں نے کبھی بھی دوستیاں کرنے نہیں دیں گھر

سے وہ میرے یا ممّا کے ساتھ ہی نکلتی تھی مانا اور نانہی
 کی زندگی کی آخری دنوں میں انہوں نے ممّا کو گھر
 آنے کی اجازت دے دی تھی معاف کر دیا تھا مگر اس
 وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ ممّا کے اور سسرال
 دونوں جگہوں سے اپنی اہمیت کھو چکی تھی کاش! وہ
 خاندانی غیر شرعی رسموں کو توڑ کر ممّا کی خواہش کو اپنا کا
 مسئلہ نہ بناتے تو پایا کے پیار کو قبول کرنے سے قبل
 اپنی رسموں و روایات کا ممّا ہی خیال کر لیتی تو تمام عمر کی
 حسرت و نارمائی تو جسے میں نہ آتی۔ آج کے دور میں
 تیزی سے پھیلتا ہوا پسند کی شادی کا رجحان جہاں
 نو جوانوں کی گمراہی و دین و دنیا کی عافیت سے محرومی
 کا باعث بن رہا ہے وہیں یہ بڑوں کی فرسودہ ہنر
 دھری بے حیا اصول پرستی کا نتیجہ بھی ہے جب ہمارا
 مذہب اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ شادی
 کے قبل لڑکی کی رضا مندی بھی ضروری ہے تو پھر اس
 وقت یہ ڈھونگ کیوں رچایا جاتا ہے جب بارات
 دھلیز پار کر چکی ہوتی ہے اس وقت کیوں عزت کی
 چھری اس کی گردن پر رکھ کر نکاح کے وقت رضا
 مندی لی جاتی ہے حالانکہ یہ رضا مندی رشتہ قبول
 کرنے سے قبل لی جانی چاہیے۔“

وہ خاموش ہوا تو بڑی تسبیح خاموشی چند لمحے طاری
 رہی۔

”اگر ایسا ہوتا تو پھپھو اتنی مشکل زندگی نہ گزارتیں
 دادا داوی بھی ان کا دکھ لے کر اس دنیا سے نہ جاتے
 پایا کو بھی میں اکثر تنہائی میں روتے ہوئے دیکھتی
 ہوں وہ پھپھو سے بے انتہا محبت کرتے ہیں مگر شاید
 ان کے پاس اظہار کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔“

”اُمّی سوچوں میں گم ہو کر میں نہ معلوم کب ممّا
 اور ان بہن بھائی سے دور ہو گیا جن کی خوشیوں و
 مسکراہٹوں کی خاطر میں نے کتنی محنت کرنے کا عزم

کیا تھا میں ان سے محبت تو کرتا تھا مگر اظہار کا طریقہ
 بھول گیا تھا اسے محرومی کہہ لیں یا احساس کمتری کہ وہ
 آگ جو مجھے بچپن سے جلا کر جسم کر رہی ہے اس
 تکلیف نے مجھ سے حساسیت و گداز بن چھین لیا تھا
 اور اس جستجو میں سرگرداں رہتا کہ میرے اپنوں کی
 پرستش میں کوئی کمی نہ آئے کوئی ہمیں تنہیک آئینہ نگاہ
 سے نہ دیکھے کوئی ممّا کی تذلیل نہ کرے یعنی با عزت
 طریقے سے گھر رخصت ہو بہت ساری خواہشوں
 کے هجوم میں گھر کہ میں بھول گیا کہ محبت کرنا خیال
 رکھنا ہی کافی نہیں ہوتا ان جذباتوں کا اظہار بھی از حد
 ضروری ہے۔ محبت و اپنائیت نمود و نمائش کی چیز تو
 نہیں ہے لیکن کچھ رشتوں میں نمود بھی ضروری ہے
 خلوص کے ساتھ قندیل اس نے اس کی طرف دیکھتے
 ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ ”یہ روشنی یہ گہرا راہ مجھے تم نے
 دکھائی ہے اگر قدم قدم پر تم مجھے احساس نہ دلاتیں
 میرے رویے کی بد صورتی کا تو شاید اٹھانے میں اسی
 طرح سے ان کو بھی تکلیف میں رکھتا اور خود بھی رہتا۔“

اس کی سحر انگیز نگاہیں۔

ولادیز لہجہ۔
 مسکرا کر کن انداز۔

قندیل کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکے
 جا رہا تھا۔ وہ اس کی نگاہیں پوری شدت سے اپنے
 چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ اس کی پلکیں گویا کسی ان
 دیکھے بوجھ سے بھاری ہو گئی تھی اور زبان کنگ۔

”اُمّی سوری میں نے بہت برا سلوک کیا ہے
 تمہارے ساتھ۔“

وہ پتھروں جیسا شخص جس کی گفتگو سنگریزوں جیسی
 ہوتی تھی اس نے جب بھی بات کی کات دار انداز میں
 کی طنز میں کی آج جب وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہا تھا تو
 کیسا گداز آ میز لہجہ بن گیا تھا کسی سحر کی سحر کی دھند میں

پرستی ترم ترم ٹھنڈی ٹھنڈی خوش گوار پھول کی مانند۔

”کیا... تم مجھے معاف کر سکو گی؟“ وہ اس کی خاموشی کو محسوس کر کے سنجیدگی سے استفسار کر بیٹھا اور وہ جویاں کے بدلے ہوئے انداز سے بہت خوش ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ مسرت اسے اس بات کی تھی کہ پھپھو کو ان کا کھویا ہوا مقام مل گیا تھا۔ عمیرا و ریتی کو ان کا حق وہ بھی چاہتی تھی ان کے ذولے سے چہروں پر اعتماد و مسرت کی پرسکون روشنی جو سامنے بیٹھے شخص کے انداز گفتگو سے عیاں تھی۔

پھر نہ معلوم یہ مسرت کے آنسو تھے یا اس کی کی جانے والی تذلیل کا احساس آنسو بے موقع مہمان کی آمد کی مانند آتے چلے گئے۔ وہ انہیں روکنے کی سعی میں سامنے بیٹھے حسان کے روشن چہرے پر پھیلتا ہوا تاریک سایہ نہ دیکھ سکی باہر ہر سات شروٹ ہو گئی تھی اس کی آنکھوں کا ساتھ آسمان نے بھی دینا شروع کر دیا تھا اس دم باہر سے ملازمہ کی ٹوالی لانے کی آواز کے ساتھ ماما اور بھائی کی آوازیں بھی آرہی تھی وہ ایک دم گھبرا کر اٹھی تھی یہ سوچ کر انہیں اس شخص کے ساتھ بیٹھ کر رونے کا کیا جواز پیش کرے گی؟ اس خیال سے وہ بنا کچھ کہے اندرونی دروازے سے باہر نکل گئی تھی اور بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

رات خوب بارش برسی تھی۔

ہر شے دھل کر نکھر گئی تھی۔ اس نے کھڑکی سے پردہ ہٹا دیا تھا باہر لان میں ٹکھڑے ٹکھڑے سبزے و شوخ پھولوں کی خوبصورتی اس کے چہرے پر تراوت و تازگی بھروی تھی۔ پھولوں کی تمام خوبصورتی اس کے چہرے پر و آئی تھی۔ موسم کے تمام رنگ اس کی آنکھوں میں سٹ آئے تھے دل میں پیدا ہونے والی نوزائیدہ سوچیں چند گھنٹوں میں ہی پرشباب ہو گئی

تھیں وہ خوش تھی بہت خوش! یہ احساس ہی کتنا جاں افزا ہوتا ہے یہ احساس کیا آپ کی ذات کسی کے لیے کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی آپ کو اہمیت دیتا ہے اور یہ تمام احساسات آپ کو اس ایک شخص سے ملیں جو آپ سے بہت قریب ہو جیسے دل سے دھڑکن ہوئی ہے جس طرح زندگی سے سانس! آنکھوں سے بصارت وہ ایسا ہی اہم ہو چکا تھا یہ خیال ہی کتنا خوش کن تھا کہ ”وہ آپ کا تھا اور دل سرگوشی کر رہا تھا وہ اس کی خاطر آیا ہے اس سے معافی مانگنے“ کوئی ایسے ہی تو نہیں آ جاتا اس کے دل میں بھی ”کچھ“ ہے تب ہی وہ بہانے سنا یا ہے۔“

دل اسی سرور میں گم تھا پھر اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ باہر نہ نکلی تھی۔ ماما بھائی کو آٹے و کچہ کر سوتی بن گئی تھی اپنے رونے پر اسے شرمندگی تھی۔ متورم سے وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی نہ با کراں کے چنگ سوٹ پہنا تھا بال بڑش کیے تھے کھڑکی میں کھڑی ہو کر وہ اس کا سامنا کرنے کی ہمت و اعتماد پیدا کر رہی تھی۔

”اوہو کیا بات ہے یہ تھا تنہا کیوں مسکرایا جا رہا ہے؟“ بھائی کی آواز پر وہ چونکی تھی وہ خیالوں میں اتنی مگن تھی جو ان کی آمد کو محسوس ہی نہ کر سکی جو قریب کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

”ناشتے کا ارادہ نہیں ہے؟ رات کو بھی بناؤ نہ کہے جلدی سو گئی تھی۔“

”نہ معلوم کس طرح رات کو جلدی نیندا گئی تھی۔“ حسان بھی کیا سوچتے ہوں گے تم ان کے گھر گئی ہفتہ کرا آئی اور یہاں انہیں چند گھنٹے بھی کمپنی نہ دے سکیں۔“

”چند گھنٹے؟“ ان کی بات پر دل میں عجیب سی ہوک اٹھی تھی قدم قدم گئے۔

”ہاں بھئی چند گھنٹے وہ چائے پی کر چلے گئے تھے بہت روکا مگر وہ نہیں رکے کہنے لگے بزنس کے سلسلے میں آئے تھے فوری جانا ضروری ہے۔ عشرت پھپھو کے بھتیجے ہوئے نفٹس دینے آئے تھے۔“

لمحے بھر کو اسے محسوس ہوا جیسے دل بند ہو گیا دھڑکنیں مٹ گئیں۔ دنیا اجڑ گئی ہر سواند پھرا چھا گیا۔ چراغوں میں روشنی بند ہی جام حیات ریڑھ ریڑھ ہو گیا۔ اف! یہ عشق کی آگ ہر آگ سے بڑھ کر بھڑکنے والی محبت کا روگ ہر روگ سے بڑھ کر روگی بنادینے والا اسے کیوں لگ گیا؟

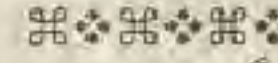
خوش گمانیوں کی خوش رنگ تئیاں کل ساری رات اس کے اورد گرداؤں رہی تھیں۔ اب اڑیں تو حقیقت کے بد نما رنگ اس کے ہاتھوں پر چھوڑ گئی تھیں رونے کے لیے۔ ناشتہ اس نے برائے نام ہی کیا اور موقع پاتے ہی اپنے روم میں چلی آئی تھی۔

لڑکیاں بھی کتنی پانگن ہوتی ہیں دل کی باتوں میں آکر ان پر اعتماد کر سکتی ہیں جو بھی اعتبار کے قابل ہی نہیں ہوتے ہیں ان کو اپنا سمجھ سکتی ہیں جو کبھی کسی کے بن ہی نہیں سکتے کسی کو چاہ نہیں سکتے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھی وہ بھی انہی احساسات کے زیر اثر یہاں تک چلا آیا جو اس کے اندر موجزن تھے جذبوں کی کشش اسے یہاں پہنچ لائی تھی مگر اس کی چند گھنٹوں کی آمد نے باور کرا دیا تھا وہ اس کی خاطر نہیں آیا تھا اس کے دل میں کچھ نہ تھا وہ صرف اس کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا کہ کب وہ کسی کا احسان رکھنے کا عادی تھا۔ وہ خود مرہٹ دھرم و مغرور بھی مگر احسان فراموش ہرگز نہ تھا۔

”تم یہ کیوں بھول گئیں ان کی لائف میں پہلے سے ایک لڑکی موجود ہے وہ سنہری بالوں و سیاہ آنکھوں والی مونی جس کی بے باکی و بلند فقیہ لگانے

والی عادت تھی اس شخص کو بری نہیں لگتی جو کسی کی اونچی آواز سننے کا روادار نہیں۔“

مونی کا خیال گویا اسے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینک گیا تھا۔



حسب معمول گھر میں پھیلے ہوئے سناٹوں نے اس کا استقبال کیا تھا اور تھکا دھت جیسے اس کی رگ رگ کو جھکڑنے لگی تھی ان سناٹوں و خاموشیوں کا وہ مدت سے عادی رہا تھا مگر اس عادت کو مہوتا اثر اس لڑکی نے کیا تھا جو چند ہفتوں کے لیے اس گھر میں آئی تھی اور اپنی شوخ و پچھل پر اعتماد و بندہ طبیعت کے باعث سب کے ساتھ ساتھ اس کو بھی بدل گئی تھی۔ اسے معلوم ہی نہ ہو سکا تھا کب اور کس لمحے وہ اس کا اسیر ہو چکا تھا۔ وہ از خود بات بے بات اس کی تذلیل کرتا تھا کہ وہ جلد از جلد یہاں سے چلی جائے جس کے آنے سے گھر میں ہنگامہ رہنے لگا تھا وہ ماں اور بھائی بہن جو اس کی موجودگی میں آواز نہ نکالتے تھے اب ان کے بلند فقیہ و اونچا بولنے کی آوازیں گیٹ سے باہر تک سنی جاتی تھیں۔ اپنے انتھیاں کی طرف سے بغض اسے بچپن سے تھا جو تعلقات استوار ہونے کے باوجود اس کے دل سے نہیں گیا تھا گزرتے وقت نے جس کو مزید ہی تقویت دی تھی۔ اس بغض نے اسے قندیل سے سخت بدظن کیا تھا پھر جس قدر بھی اس سے ممکن ہو سکا اسے بھگانے کی سعی اس نے کی تھی اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب بھی رہا تھا وہ چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد معلوم ہوا زندگی کا حسن اپنوں کی مسکراہٹوں میں ہوتا ہے۔ سناٹے و خاموشی صرف قبرستانوں کو نزدیک دیتے ہیں گھر میں پانچل گہما گہما ہی حیات کے رنگ اجاگر کرتی ہے مونی کی خاموشی مینی اور عمیر کی اداسی نے اسے احساس دلایا وہ

لڑکی جس کو وہ اپنا دشمن سمجھنے لگا تھا اس کی کھری کھری باتوں میں سچائی و صداقت تھی وہ ان سے بہت دور ہو گیا تھا پھر اس نے ان فاصلوں کو سمیٹا تو معلوم ہوا اپنوں کا سنگ کتنا دغریب ہوتا ہے بڑوں کی عزت و چھوٹوں سے شفقت کا درس اسی لیے دیا جاتا ہے وہ جب بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر چھوٹے موٹے مسائل و سکس کرتا پراہمز شیر کرتا یا یوں ہی عمیر کی بے تکی باتیں سن رہا ہوتا تو اسے شدت سے قندیل کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ وہ اس کا بہت ممنون تھا جس نے اس کو راستہ بتایا تھا مینی کی منگنی میں وہ اس کی آمد کا منتظر تھا مگر اس آس ہی رہی وہ نہیں آئی۔ مینی کی منگنی کے بعد اس کی کال اس وقت آئی جب وہ ایک اہم میٹنگ میں مصروف تھا وہ کال عمیر کے میل پر تھی اس نے غیبت میں کہہ دیا عمیر نہیں ہے مگر دوسرے لمحے اسے احساس ہوا اسے غلط رویے کا مشنگ حکم ہوتا ہے ہی اس نے عمیر کے میل سے ہی اس کا نمبر ریڈائل کیا تھا اور دوسری طرف سے عمیر سمجھ کر جو اس کے خلاف باتیں کی تھیں وہ اسے یہ سمجھانے کے لیے کافی تھیں کہ

وہ اس سے کس قدر بدظن و متنفر ہے۔ وہ سچ سچ شرمندہ ہو گیا تھا اور پھر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ جا کر سب اسے سچ سچ بتائے گا جو اس پر بلکہ سب پر گزرنی تھی پھر دل کی بات کہے گا اس کی رضا مندی سے وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ زبردستی محبت نہیں ہوتی اور جہاں زبردستی ہوتی ہے وہاں محبت نہیں ہوتی اور وہ اسے محبت سے پانا چاہتا تھا زبردستی سے نہیں۔۔۔۔۔

دل کی بے قراریاں تو فوراً اسے لاہور کی سمت جانے پر مجبور کر رہی تھیں مگر دل کی زور آواری کو وہ کہاں خاطر میں لانے والا تھا جذبوں کی صداقت پر کھٹنے کے لیے وہ کئی دنوں تک خود پر جبر کرتا رہا تھا اور جب جذبوں پر یقین کی مہر لگی تو وہ عازم سفر ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا قندیل سے شہائی میں ملاقات ہو جائے تاکہ وہ ہر بات کھینچ کر سکے اور اس کے جذبات جان سکے اور جب وہاں جا کر ملازمہ کی زبانی معلوم ہوا صرف قندیل ہے گھر میں تو جذبوں کی صداقت پر وہ جھوم اٹھا تھا۔ پورے پانچ ماہ ستائیس دن بعد وہ اس کے سامنے تھی جس کی خاطر وہ کسی

وہ قارئین جو بیرون ملک مقیم ہیں

میل ایڈریس: امر پور پی پی پی	سب الاٹھ خیرین	نئی ایڈریس: لاہور پی پی پی
سب الاٹھ خیرین	سب الاٹھ خیرین	سب الاٹھ خیرین
3520 روپے	4520 روپے	4520 روپے
480 روپے	480 روپے	480 روپے
4000 روپے	5000 روپے	5000 روپے

اپنے ذراقت اور مونی آواز اس کے نام و حق ذیل ہے پورا سال کریں۔ یہ کوئی ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہر دن ایک شہرہ انگلی کی صورت میں کوہ سبز چار چار اور ایک کمیشن کے 500 روپے اور ہر دن ایک سال کے ذراقت وغیرہ پر اس مدد 20 مئی 2009ء کو اضافہ کریں۔ رابطہ: طاہر احمد قریشی: 0300-8264242

آفقی

تلفون نمبر: 15-14-2628014 (21) (92) (92) 2639577

آفقی کیسٹرز

AhmedChamber Dr. Billmoria Street I.I. Chundirqaar Road Karachi-74200

Email: info@aanchal.com.pk

پروانے کی طرح دوڑا چلا آیا تھا مگر اس نے اپنی نگاہوں کو پائند رکھا تھا۔ جذباتوں کی لگائے نہ چھوڑی تھی بہت نارمل انداز میں ملا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ بات سے بات نکلتی چلی گئی اور جب دل کی بات نہ رہا تو آنا ہی چاہتی تھی کہ وہ ہی ہوا جس کا ڈرتا وہ اس کی زیادتیوں کو فراموش نہ کر سکی تھی اس کے بے اختیار ہنسنے والے آنسو اس بات کے گواہ تھے اپنے جذباتوں کی شکست پر وہ اس قدر کھیرا تھا کہ پھر وہاں ان کے بے حد اصرار پر وہ رک نہ سکا تھا اور فرسٹ فلائٹ سے ہی واپس آ گیا تھا۔

”مینی! گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے مئی کہاں ہیں؟“ وہ ابھی آفس سے آیا تھا دل میں پہلے ہی وحشتیں رقصاں تھیں گھر میں غیر معمولی خاموشی نے جنہیں مزید بڑھا دیا تھا۔ وہ بریف کیس رکھتے ہوئے بیٹھا سے مخاطب ہوا۔

”مئی کے سر میں درد ہے وہ اپنے روم میں ہیں۔“ مینی کی بھاری آواز اس کے رونے کی غماز بھی مئی کی طبیعت خراب نہ ہو وہ پریشانی سے ان کے روم کی طرف بڑھا تھا مگر اپنا نام سن کر اسے وہیں رکنا پڑا تھا۔

”میری زندگی کی اولین خواہش ہے کہ قندیل اس گھر کی بہو بنے ایک طویل عمر سے میں یہی خواب دیکھتی آ رہی ہوں لیکن پہلے حسان کے برے سلوک نے بہت توڑ پیچھا لیکن میں نے سوچا تھا یہ سب وقتی غصہ اور غلط فہمی ہے جلد میں اسے راضی کر لوں گی مگر۔“

دوسرے لمحے ان کی سسکیوں کی آواز کے ساتھ عمیر کی تسلی دینے کی آواز بھی شامل ہو گئی تھی اب رکنا فضول تھا وہ سلام کرتا ہوا اندر داخل ہوا۔

”کیا ہوا مئی! رو کیوں رہی ہیں آپ؟“ وہ ان کے

قریب بیٹھتا ہو گیا ہوا ان کے رونے میں تیزی آ گئی۔ ”لاہور سے ماموں نے کال کی ہے انہوں نے قندیل کے لیے آنے والے پروپوزل کا بتایا ہے لڑکا قندیل کا فرسٹ کزن سے یوگنڈا سے آیا ہے۔“ عمیر نے اسے اطلاع دی۔ لمحے بھر کو اسے لگا ہر سوانہ ہیرا سا چھا گیا ہو۔ سیتے میں کوئی شے گھائل پرندے کی مانند پھڑ پھڑانے لگی تھی۔

عمیر نے بڑی تیرائی سے بھائی کے چہرے کے پورے تمام رنگ ملاحظہ کیے تھے۔

”مئی! رونے کی کوئی بات ہے اس میں ایسا تو ہوتا ہے۔“

کتنا کٹھن ہوتا ہے اس لمحے مسکراتا جب آپ کے اندر آہ و فغاں جاری ہو وہ بظاہر مسکرا کر گویا ہوا تھا مگر دل میں صدائوں کا جھوم تھا۔

محبت کیا ہے؟ ایک سوز ایک سزا! ایک روگ! ایک بلا؟

”مئی! اس میں اتنا رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ابھی صرف پروپوزل آیا ہے ماموں جان نے قندیل کو رخصت نہیں کرو یا تل اس کے کہ ماموں جان کوئی جتنی فیصلہ کریں آپ بھائی کا پروپوزل دے دیں بھلا بھائی کو آپ کی خواہش پر کیا اعتراض ہوگا پھر قندیل لاکھوں میں ایک ہے ایسی خوب سیرت و خوبصورت لڑکی بھائی کے ساتھ جھے گی۔“

عمیر کے مشورے پر وہ لائق سا بیٹھا رہا۔ عشرت آرزو کی سے بولیں۔

”یہ ماننا یہ حق ان بہنوں کا ہوتا ہے جو بھائیوں کے سر بلند کر کے گھروں سے رخصت ہوئی ہیں میں نے وہ سب حقوق اپنی ناعاقبت اندیشی سے سلب کر دیئے اب میں کس منہ سے یہ حق جٹا سکتی ہوں پھر جنید بھائی کے بھائی کا بیٹا ہے۔ بھائی شاید

مان بھی جائیں تو وہ نہیں مانیں گی۔“

عشرت جو نسلوں کی امن ہے عزت و وقار کی علمبردار ہے اس کے شانوں پر اعلیٰ تربیت و بے مثل اوصاف و کردار کی ذمہ داری ہوتی ہے جس وہ ایک قدم کی افزائش کی بھی سزا ساری حیات ادا کرتی ہے اپنی پسند کا جیون ساتھی پانے کی خاطر وہ سب کچھ کھاتی تھیں اپنے اس فیصلے کا پچھتاوا تو ان کا تمام عمر ہی رہا مگر آج حد سے سوا تھا۔

عمیر بھی ان کی بات کی نفی نہ کر سکا تھا عشرت کو جو میکے سے مستقل جڑی رہنے کی آس تھی وہ کیا ٹوٹی گویا وہ زندگی ہی ہارنے لگیں ہارٹ ایک کے باعث انہیں فوراً اسپتال ایڈمٹ کیا گیا۔ موت وزیست کی کشمکش میں بتا وہ ایک ہفتے تک انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رہی تھیں اس دوران لاہور سے قندیل کی سہیلی مینی آ گئی تھی ان کی ہند آواز بھی تھیں دوسرے سسرالوں سے تعلق رکھتے تھے۔

طبیعت امیرور ہوتے ہی وہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تھیں کمزوری تو ان کو بہت تھی مگر سب کو پریشان ان کی گہری چپ نے کیا ہوا تھا۔

”بھائی! اب تو آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے پھر کیوں آپ اس قدر اداس و خاموش رہتی ہیں؟ بچے پہلے ہی آپ کی بیماری کی وجہ سے ڈسچارج ہیں اس پر آپ کا یہ انداز انہیں مزید پریشان کر رہا ہے۔ مینی روتی رہتی ہے اسے قندیل نے سنبھالا ہوا ہے بلکہ گھر کا نظام آپ کی بھائی اور ان کی بہو نے سنبھالا ہوا ہے۔ آپ کی تسلی بہت اچھی ہے آپ کے بھائی کے اخلاق کی میں گرویدہ ہو گئی ہوں۔ آپ تو بہت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہیں معاف کر دیجئے گا آپ کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی۔“

آمنہ کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرا کر رہ گئیں۔

عشرت کی طبیعت اب قدرے سنبھل گئی تھی یا اتنی محرومیاں حاصل کر چکی تھیں کہ قندیل کو کھونے کی محرومی بھی انہیں برداشت کرنے کا حوصلہ دے چکی تھیں تو حالات سے خبردار ماہ ہونے کے لیے تیار تھیں۔

لاہور سے آئے ہوئے ان سب نے بھی رخصت سفر یا نہ تھا ایسے میں مینی قندیل کو روکنے کے لیے بھند تھی ابھی جانا تو وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ پچھو کو مکمل صحت مند دیکھا جائے گی مگر حسان کی ذات اس کے فرار کی وجہ بن رہی تھی اس شخص نے پہلے والا رویہ برتنہ رکھا تھا لیکن اس کی پرچھا میں سے بھی وہ دور بھاگتا تھا اور اس کی یہ نفرت اس کے دل کو چر کے لگا دیا کرتی تھی وہ تو پہلے ہی جنید کے رشتے کی وجہ سے بے چین تھی اور یہاں اس کی بیگمائی نے دل کا خون ہی کر دیا تھا۔

”مینی! مینی!“ وہ چوہنی کے کمرے میں بیٹھی اس کے رویے پر روتی تھی بے موقع اس کی آمد پر بوکھلا کر رخ پھیر گئی۔

”مینی! قندیل کو مت روکو۔۔۔ اسے جانے دو میں نہیں چاہتا کہ اس کی یہاں موجودگی مئی کی طبیعت کی خرابی کا باعث بنے۔“

”پچھو کا نام کیوں لے رہے ہیں صاف کہیں میری موجودگی سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے نہ معلوم کیا لگا رہا ہے میں نے آپ کا؟ آپ کیوں۔۔۔ اس کی بات پر وہ ضابطہ کھوٹتی تھی حسان ہکا بکارہ گیا۔

”تو۔۔۔ ہم!“ اسے بے تحاشہ روتے دیکھ کر وہ

نروس ہو گیا تھا۔

”جی۔۔۔ میں! میں سمجھتی تھی یہ میرا خیال ہے مگر آپ جی جی پتھر ہیں اور پتھروں پر بھی بھلا کبھی جذبے اثر انداز ہوتے ہیں۔“ بے تحاشہ روتے ہوئے وہ۔۔۔ وہ بات روانی میں کہہ گئی جو کبھی اس

”طرح اس کے لبوں سے نکلنے والی نہ تھی حسان نے چونک کر بڑی گہری نگاہوں سے اس کے بھٹکے ہوئے چہرے کو دیکھا جہاں وہی جذبے بکھرے ہوئے تھے جنہوں نے اس کے اندر اضطراب و اضطراب کی آگ دہکا رکھی تھی۔ محبت محبت کا عکس ہوئی ہے پھر وہ اس عکس کو کیونکر نہ پہچانتا۔“

”بالکل غلط خیال ہے تمہارا“ وہ قریب آ کر سرگوشیاں انداز میں بولا۔ اگر چاہت دو طرفہ ہو جائے کھڑے ہوں تو سنگ بھی ہوسم ہو جاتے ہیں پھول بن جاتے ہیں پہاڑوں پر کھلے پھول بے جھرنے گرتے آہٹار محبت کی ہی تو کرشمہ سناڑی ہے۔“

قتدیل کے اندر برق سی دوڑی تھی اس کا چاہت سے لہر بڑھ لگاؤت آمیز انداز اس کو متحیر کر گئے وہ رونا بھول کر بیٹھا لگی۔

”مجھے احساس ہے میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادہ تیاں کی ہیں اب حد ستایا ہے لیکن وعدہ اب سب سے بڑھ کر پیار بھی دوں گا۔“

وہ سینے پر بازو لپیٹے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اسے بڑا شوق نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا لبوں پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

”مجھے تنگ کرنے کا آپ کا یہ کوئی نیا ڈھونگ ہے ابھی آپ مجھے یہاں سے بھگانے پر تیار تھے مٹی سمجھ کر کیا کہہ رہے تھے یاد ہے آپ کو؟“

”قتدیل! میں وہ شخص نہیں ہوں جو محبت کے اظہار کی لیے آسمان سے تارے توڑا لے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کر لینے کے جو دعویٰ کرتے ہیں میں ایک عام سا پریکٹیکل بندہ ہوں جو محسوس کرتا ہوں ویسا ہی رو عمل کرتا ہوں پہلی بار جب تم یہاں آئی تھیں تب مجھے محسوس ہوا تھا تم مجھے ڈی گریڈ کرنے مجھے اپنوں سے دور کرنے آئی ہو تب میرے اندر تمہارے خلاف غصہ و نفرت تھی جس کو میں نے کبھی چھپانے کی کوشش بھی نہ کی کیونکہ میں دو غلے پن و منافقت کو پسند نہیں کرتا تمہاری وہ باتیں جو سچ ہوتی تھیں تمہارے جانے کے بعد مجھے شدت سے احساس دلانے لگیں کہ میں غلط ہوں میرا رویہ کسی کے ساتھ بھی درست نہیں تمہاری موجودگی میں گھر گھر لگتا تھا مٹی کے چہرے پر سکون مسکراہٹیں عمیر اور مٹی کی زندگی کا احساس دلانے لگیں۔ یہ فرحت بخش احساسات تم اپنے ساتھ ہی لے گئیں گھر کی بہاریں و برائیاں میں بدل گئیں اور تمہاری ایک ایک بات مجھے میری کوتاہیوں کا پتہ دیتی گئیں۔“ اس کے چہرے سے اکھڑ پین و بیگانگی غائب وہ بے حد نادم لگ رہا تھا۔

”میں نے اپنا رویہ بدلا تو ماحول بدلنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تکلیفات کی دیواریں گر گئی تھیں ہم سب قریب آ گئے تھے پھر نا معلوم مجھے گھر میں کیسی لگنے لگی۔ ایک وجود ایک چہرے کی متلاشی نکالیں رہنے لگی تھیں اور جب دل کی طلب پر یقین ہوا تو میں سیدھا لاہور پہنچا تھا کہ تم سے معلوم کر سکوں شاہراہ حیات پر میرے سنگ سنگ چل سکیں یا نہیں؟۔۔۔۔۔ لیکن بات میں نے شروع کی ہی تھی کہ تم نے آنسو بہانا شروع کر دیئے اور میں بڑا دلبرداشتہ ہو کر وہاں سے اٹھ آیا تھا۔ میں سمجھا تم مجھے معاف نہیں کرو گی۔۔۔۔۔ یہاں میں جذبات کی سرکشی سے تیرا ترما تھا ہی کہ مٹی کے پاس ماسوں کا بیج آیا کہ تمہارا پر پوزل آیا ہے مٹی جو تمہیں اس گھر میں لانے کی خواہش نا معلوم کب سے رکھتی تھیں یا شاید مٹی کے سسرال میں دی جانے والی یارنی میں لوگوں کے خیالات اور سوالات نے ان کے ساتھ ساتھ ڈسرب کیا تھا۔“

وہ چند تو قف کو چپ ہوا پھر شوق سے گویا ہوا ”پوچھو گی نہیں۔۔۔۔۔ وہ کیا سوالات و خیالات

تھے؟“

”کیا تھے؟“

”وہ لوگ تمہیں میری سنگیتر سمجھ رہے تھے بلکہ میرے چند فریڈز کو میرے منع کرنے پر بھی یقین نہیں آیا تھا۔ مٹی کو تو بالکل یقین نہیں تھا۔“

”آپ مجھے بے وقوف مت بنائیں آپ مٹی میں ایئر سنڈ ہیں۔“ مٹی کے نام پر وہ چمک کر گویا ہوئی تھی۔

”غلط بات مت کرو اگر ایسا ہوتا تو کون روک سکتا تھا مجھے؟ بولو میں نے کبھی کسی کی پروا نہیں کی اور میں نہ ان میں سے ہوں جو ہاتھوں میں دل لیے پھرتے ہیں اگر تمہاری آنکھوں میں ابھی وہ رنگ میں نہ دیکھ لیتا جن سے میری دنیا آباد ہے تو میرے دم تک کوئی بھی میرے دل کا حال نہ جان سکتا تھا اور نہ میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی آ سکتی تھی۔“ اس کے انداز میں وہی خصوصیات سر دہری دہاتی تھیں۔

”آپ غصہ کیوں کر رہے ہیں؟“

”میں غصہ نہیں کر رہا سمجھا رہا ہوں تمہیں۔۔۔۔۔“

وہ نرم لہجے میں بولا۔

”سمجھانے سمجھانے میں عمر نکل جائے گی بھائی جال پہلے قین بول پر ہوا میں پھر ساری عمر سمجھاتے رہے گا ورنہ آپ کی عمر تو نکلے گی مونکے گی میں غریب مفت میں مارا جاؤں گا۔“

”وہ سب اندر داخل ہو گئے تھے عمیر نے آتے ہی وہاں دینی شروع کی تھی۔“

”اس کو کہتے ہیں لڑکا لڑکی راضی تو کیا کرے گا قاضی؟“ بھابی نے اندر آتے ہی ہنستے ہوئے اسے ہنساتے ہوئے کہا تھا۔

”قاضی وہی کرے گا جو اس کا کام ہے یعنی نکاح پڑھائے گا۔“ عمیر نے حسان کے شانے پر بازو

رکھتے ہوئے کہا۔

”یہاں آپ کی روٹھا منائی شتم نہیں ہوئی وہاں آؤ پچھو نے ماسوں جان سے بات کر لی ہے بلکہ راضی کر لیا ہے قندیل کو ہماری بھابی بنانے پر۔“ مٹی بڑے پر جوش انداز میں قندیل سے کہتی تھی۔

”ماسوں جان کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوا؟“ حسان نے بے ساختہ کہا۔

”انہیں کیوں اعتراض ہونے لگا۔ جب بہن بھائی سے محبت کا قرض مانگتی ہے تو بھائی کس طرح منع کر سکتے ہیں پھر جب ساتھ ہم جیسے سسرالی ہوں تو بھابی نامراد کیسے لوٹ سکتی تھیں یوگندا سے آنے والے گینڈے کو ہم نے داخل ہونے ہی نہ دیا لوسب سے پہلے تم منہ میٹھا کرو۔“

ہاتھ میں پکڑے ہو کرے سے گلاب جا من انہوں نے حسان کے منہ میں ڈالا تھا پھر قندیل کی طرف بڑھ گئیں جو سر جھکائے شرم سے سرخ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

”میں نے پہلی بار دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا اس چاند جیسی لڑکی کو ہی اس گھر کی روشنی بنائے کل سے رمضان المبارک شروع ہونے والے ہیں عید کے پہلے ہفتے میں ہی ہم بارات لے کر آ رہے ہیں تمہیں ہمیشہ کے لیے لانے کے لیے۔“ وہ قندیل کو مٹھائی کھلاتے ہوئے خوشی سے کہہ رہی تھیں۔

حسان کے وجہ یہ چہرے پر امنگوں و مسرتوں کے رنگ جھلکا رہے اس کی شوخ نگاہیں مسکرا رہی تھیں جن میں قندیل کا عکس مقید تھا۔

